بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرتد کی سزا اور اس کی حکمت

اردو ترجمہ

جريمة الردة وعقوبة المرتد

تصنیف

علامہ یوسف القرضاوی

مترجم

حافظ خواجہ محمد عبدالنافع حنفی ملتانی

ملنے کا پتہ

ادارہ ضیاء السنۃ

نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ ملتان

Cell: 0306-6521197

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرتد کی سزا اور اس کی حکمت

اردو ترجمہ

جریمة الردة وعقوبة المرتد

تصنیف
علامہ یوسف القرضاوی

مترجم
حافظ خواجہ محمد عبدالنافع حنفی ملتانی

ادارہ ضیاء السنة
نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ ملتان
Cell: 0306-6521197

معذرت خواہی

پرنٹنگ کی غلطی سے درود شریف والقابات کی بجائے کچھ نشانات پرنٹ ہوئے ہیں۔ اگلے ایڈیشن میں درست کر دیے جائیں گے۔ انشاءاللہ

نام کتاب:	مرتد کی سزا اور اس کی حکمت
اردو ترجمہ:	جريمة الردة وعقوبة المرتد
مصنف:	علامہ یوسف القرضاوی
مترجم:	حافظ خواجہ محمد عبدالنافع حنفی ملتانی
رابطہ مترجم:	Khmabdunnafay@gmail.com
تاریخ اشاعت:	10 صفر المظفر 1439ھ اکتوبر 2017ء

انتساب:۔

بنام: امام اولیاء، بانی سلسلہ قادریہ، غوث الاعظم، پیر پیراں
شیخ الاسلام، مجدد دین، قطب زماں، تاج عارفین

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ الرحمن علیہ وغفرلنا بشفاعتہ

جن کا قدم اپنی گردن پر رکھے بغیر کوئی ولایت کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا، جنہوں نے بچپن سے روزے رکھے، لڑکپن میں ہاتف غیبی نے ان کی ولایت کی گواہی دی، تیرہ سال کی عمر میں ماں بھائی گھر بار چھوڑ کر بغداد کا سفر کیا پھر ساری زندگی نہ پلٹے راستے میں چوروں کے قافلے کو اولیاء کی درگاہ بنا دیا، پھر آٹھ سال بغداد میں شرعی تعلیم حاصل کی، پھر تیرہ سال جنگلات میں گزار کر روحانی تربیت اور تصوف میں کمال کا درجہ حاصل کیا، پھر ساٹھ سال تک بغداد میں وعظ دے کر تین نسلوں کو سدھار گئے، جن کے وعظ میں ایسی طاقت تھی کہ جس کی طرف اشارہ کرتے بیہوش کو جاتا اور ان کی آواز ہزاروں میل برابر تمام اولیاء کو پہنچتی تھی، جن کے احترام میں سر جھکانے کی وجہ سے ہی حضرت غریب نواز رحمہ اللہ کو ولایت ملی۔ اور جن کے بے پناہ مساعی کی وجہ سے ہی امت مسلمہ پانچویں صدی کے آخر میں روحانی موت سے بچ نکلی، اور آج تک اللہ کی ولایت حاصل کرنے اور قیامت میں بخشش کے لئے آپ کے وسیلہ کی محتاج ہے۔

فہرست مضامین

مرتد کی سزا اور اس کی حکمت

﴿رسالہ کا آغاز﴾

قرآن وحدیث کی روشنی میں

گستاخ رسول کی سزا

مع

تذکرہ غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

وعامر چیمہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

ازافادات

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

وعلامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی محدث ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: محمد رمضان ضیاء الباروی

ادارہ ضیاء السنۃ نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ ملتان

Cell: 0306-6521197

پہلی تقریظ: حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد کلیم صاحب

مدرس جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ممتاز آباد ملتان

گورنمنٹ ولایت حسین کالج ملتان مسلم کالج ملتان

میں نے اس ترجمہ کیے گئے رسالہ کو بالاستیعاب پڑھا ہے، ماشاء اللہ عزیزم موصوف خواجہ عبدالنافع صاحب نے کم عمر میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے عربی سے اردو زبان میں بہت ہی اچھے انداز میں ترجمہ کیا ہے۔ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ موصوف کے علم وعمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور ایسی ہی اور خدمات دین دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس رسالے کو عوام الناس کے لیے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین ﷺ!

دوسری تقریظ: قابلِ صد احترام، استاد و مقرر محمد افضل صاحب

ایم۔اے (مطالعہ پاکستان)، بی ایڈ، مطالعہ حدیث (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد)، ماہر تعلیم، مصنف، مقرر

آج کل جب نسلِ نو جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کے ذریعہ فحاشی و عریانی کے سیلاب میں بہہ رہی ہے، اپنے تشخص کو فراموش کر رہی ہے، مذہب کو ہر شخص کا نجی معاملہ قرار دے کر دین سے دوری پیدا کی جا رہی ہے اور آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر چاند پر تھوکنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، ایسے میں خواجہ عبدالنافع جیسے نوجوان امید کی کرن اور روشنی کا استعارہ ہیں، جن کا پورا گھرانہ ہی اسلاف کی روایات کا امین اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہے۔ زیر نظر کتابچہ اس نعرے کی عملی تفسیر ہے:

غلامیٔ رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے
جو ہو نہ عشقِ مصطفیٰ وہ زندگی فضول ہے

محمد افضل



کلمۂ تشکر:

سب سے پہلے میں رب کائنات اور اپنے پالنہار اللہ عز وجل کا متشکر ہوں، جو اپنے بے شمار احسانات کے بدلے کچھ مطالبہ نہیں کرتا۔ اور اپنے والدین کا احسان مند ہوں جنہوں نے مجھے ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی، اللہ ان کی عمر دراز کرے اور ان پر اپنے رحم وکرم کے سلسلے کو جاری رکھے۔ نیز اس کتاب کی طباعت کا بندوبست کرنے کے لئے بھی میں اپنے محترم والد صاحب کا مرہونِ منت ہوں۔ اس کے بعد اپنے محترم جد، یعنی قبلہ نانا جان خواجہ محمد فاضل کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے کام میں خوب حصہ لیا حتیٰ کہ کاتب بھی انہوں نے فراہم کیا اور اس پر نظرِ ثانی کرائی۔ پھر میرے استادِ محترم محمد افضل صاحب نے ناشر سے میرا رابطہ کرایا۔ اللہ اسے ان کے نامۂ اعمال میں دائیں طرف جگہ عطا فرمائے۔ اور اس قلیل سیاہی کو میرے نامۂ اعمال کی سیاہی دور کرنے کا ذریعہ بنائے۔ اور ناشر کو بھی میری چھوٹی عمر کے باوجود کتاب قبول کرنے کی جزاء عطا فرمائے۔ آمین یا رب العلمین۔

عرضِ مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو خود غنی وحمید ہے اور اپنے بندوں میں سے جس سے چاہے کام لیتا ہے، اور صلاۃ وسلام ہو اس کے رسول کریم اور نبی رحیم ﷺ پر، جو بلا ریب وشک کے آخری نبی ہیں، جن پر ہم ایمان لائے اور ان کی سنت کو مضبوطی سے تھاما اور ان کے قول کو ہر قول اور اپنی عقل وخرد اور معاشرے کے اطوار و رسوم پر ترجیح دی، اور ان کی محبت کو ہر محبت پر ترجیح دے کر خود کو ان کی غلامی کے لئے وقف کر دیا۔ سو اسی طرح ہی ہم سچے مسلمان ٹھہرے۔

یہ میری پہلی علمی کاوش ہے، جو میں نے سترہ سال اور چار مہینے کی عمر میں کی، چار دن اور ایک گھنٹا ترجمے میں صَرف ہوا (2 سے 7 جنوری 2017) اور اس کے بعد بدقسمتی سے 8 دنوں تک میں اس کی ''نظرِ ثانی'' کرتا رہا، سو آخر مولانا یوسف قرضاوی غفرلہ کے اس رسالے کے اردو ترجمے کو، مع کچھ تشریحات وآراء کے، مولانا ہدایت اللہ پسروری صاحب، ناظمِ مدرسہ غوثیہ مد ظلہ کے ذریعے ان کے شاگرد مفتی ڈاکٹر احمد کلیم مد ظلہ، اور پھر مصنف ومدرس، میرے محترم استاد محمد افضل، اللہ ان کے رزق وحیات میں برکت فرمائے، سے تصدیق کرانے کے بعد آپ کی

خدمت میں پیش کرتا ہوں۔عربی اور اُردو میں محاورے کا بے انتہاء فرق ہے۔عربی ایک سامی زبان ہے جبکہ اُردو ہندی-ایرانی زبان ہے۔تاہم کتاب کی روانگی اور اردو محاورہ کے لحاظ کے ساتھ ساتھ کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ میں جملے پورے کرنے کے لئے لگائے گئے الفاظ کو قوسین میں الگ لکھوں۔اگر کہیں کوتاہی ہوگئی ہو تو مطلع فرما کر ثواب حاصل کریں۔

میں نے اس کتاب میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ انگریزی کے الفاظ کا استعمال نہ ہونے پائے، بلکہ ان کی بجائے فارسی اور عربی سے الفاظ لئے جائیں اور اگر کہیں سمجھانا مقصود ہے تو انگریزی لفظ کو حاشیے میں عرض کر دیا ہے۔تاہم ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی قومی زبان کو قدیم دشمن کی زبان کے اثرات سے بچائیں اور مسلمانوں کی زبانوں سے قریب تر کریں۔انگریزی بولنے اور اس سے متاثر ہونے کو پڑھا لکھا ہونے کی علامت کے بجائے، مغرب پرستی اور تنگ نظری کی علامت جانیں۔امید ہے میری کچھ کتابیں پڑھ کر ان شاء اللہ قاری کو یہ نئے اُردو الفاظ یاد ہو جائیں گے۔ایک اور بات کا بھی خیال رکھیں، جب تک کسی حاشیے کے آخر میں واضح طور پر "مصنف" نہ لکھا ہو تو وہ حاشیہ میرا یعنی مترجم کا ہے۔نیز کئی جگہوں پر نبی اکرم ﷺ کے اسم مبارک کو بعض القاب کا اور ﷺ کا اضافہ کیا ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے شریف کے ساتھ رضی اللہ عنہ اور ائمہ کرام کے ساتھ رَحِمَهُ اللّٰه یا رحمة الله عليه لکھ دیا ہے۔جس سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جہاں تک موضوع کا تعلق ہے تو یہ کتاب خود میں ہی کافی ہے، تاہم یہ عرض

کردوں کہ اس کتاب میں نہ صرف مرتد کی سزا کی تحقیق کی گئی ہے بلکہ ایمان کی حقیقت، جدت پرستی کا رد اور وطن پرستی کی لعنت سے چھٹکارے کا موضوع بھی جگہ جگہ پایا جاتا ہے، چونکہ یہ کتاب مصر میں ۱۹۹۸ء سے بلا تبدل چھپتی آرہی ہے، اس لئے بیس سال کے تبدیل شدہ حالات کو اور بعض ضروری تنبیہات کو میں نے حاشیے میں عرض کر دیا ہے۔اللہ کے فضل سے مرتد کی سزا کا قانون پاکستان کے قانون میں بھی شامل ہے، اس کتاب میں اسی کا اثبات اور دفاع کیا گیا ہے، گویا یہ پاکستان کے ایک قانون کے حق میں لکھی گئی ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس معاملے کی اہمیت کو سمجھنے اور قرآن وسنت کو ہر معاملے میں مغرب پرستی اور اپنی فاسد عقول پر ترجیح دینے کی توفیق عطا فرمائے اور پاکستان کے اسلامی قوانین کو محفوظ رکھے۔

آمین، یا أرحم الراحمين

دعاؤں کا طالب

خواجہ محمد عبدالنافع حنفی ملتانی

غفر الله له

مصنف مولانا یوسف عبداللہ قراضاوی مصری بارک اللہ فیہ کا مختصر تعارف:

آپ کی عظیم شخصیت عربی دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اگر آج دنیا کے کسی بھی عربی ملک کے آدمی کو صرف دس بڑے ترین علماء گنوانے کو کہا جائے تو وہ سیدنا یوسف قرضاوی کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔ آپ ۱۹۲۶ء میں مصر کے صوبہ: الـغـربـیـة میں ایک درمیانہ درجے کے قصبے صفط تراب میں پیدا ہوئے۔ آپ دو سال کے تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا، پھر آپ کی تربیت آپ کے چچا نے کی۔ آپ تھے ذہین، دس سال کی عمر سے پہلے ہی قرآن مجید حفظ کرلیا۔ پھر جامعہ ازہر میں زیر تعلیم رہے، ۱۹۵۳ء میں جب فارغ ہوئے تو ایک سو اسی طالب علموں میں اول درجے پر تھے۔ پھر کـلـیـة اللغة العربیة سے ۵۴ء میں تدریس کی اجازت کے ساتھ فارغ ہوئے اور ۵۰۰ شاگروں میں اول درجہ حاصل کیا۔ ۵۸ء میں شادی کی اور دو لڑکیاں اور تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور آخر ۷۳ء میں سینتالیس سال کی عمر میں زکاۃ میں تخصص حاصل کرکے فارغ ہوئے۔ آپ کی زکاۃ کے موضوع پر یہی کتاب جب فـقـہ الـزکـاة کے نام سے چھپی تو ساری اسلامی دنیا میں تہلکہ مچ گیا، حتیٰ کہ لوگ بول اٹھے کہ جلال الدین سیوطی کے بعد پچھلے ۸۰۰ سالوں میں زکوۃ کا ایسا ماہر پیدا نہیں ہوا۔ اس کے بعد سے اب تک یعنی ۲۰۱۷ء تک آپ ۱۷۰ کتابیں اور رسالے لکھ چکے ہیں، اس کے علاوہ بہت سے فتاویٰ بھی آپ کے نام ہیں۔ آپ کی ایک اور شاندار کتاب: مشکلة الفقر و کیف عالجها الاسلام کا اُردو ترجمہ پہلے ہی "اسلام میں غربت کا علاج" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ فقیر آپ کی اسی کتاب کو پڑھ کر متاثر ہوا اور آپ کی دوسری کتابوں کو کھنگالا، آخر آپ کے اس

رسالے کے ترجمے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ آپ کی دوسری مشہور کتابوں میں فـقـہ الـجـهـاد، الـحـلال والحرام فی الاسلام، فقه الصيام، فقه الـطـهـارة، دور الزكاة فی علاج المشکلات الاقتصادية، حقيقة التوحيد وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا اس وقت قطر میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ اخوان المسلمین نامی سیاسی و دینی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں کئی مرتبہ قید و بند بھی برداشت کرچکے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارا بھی آپ سے کچھ اختلاف ہے جسے ذکر کرنا میں پسند نہیں کروں گا۔ تاہم غرض یہ ہے کہ آپ کے ذاتی عقائد سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے، کم از کم اس رسالے میں کوئی بات ہمارے حنفی مسلک کے خلاف نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ آپ ایک عظیم ترین عالم ہیں اور شاید مصر میں آج ان سے بڑا اور مشہور کوئی عالم موجود نہ ہو۔ اللہ ان کی زندگی اور اعمال و اولاد میں برکت عطاء فرمائے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ:

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اور وہی ہم کو کافی ہے، اور اس کے (لوگوں میں سے) چنے ہوئے رسولوں پر سلام ہو اور ان کے مہر مجتبیٰ محمد ﷺ پر اور ان کی آل واصحاب رضی اللہ عنہم پر، جن کی اقتدا کرنے والا ہدایت پا گیا۔

أما بعد: ارتداد اور مرتد نیز اسلام میں اس کی سزا کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس بحث میں ہر اہل و نا اہل داخل ہو گیا، حتیٰ کہ کہنے والے نے یہ تک کہہ دیا:۔

"اس مسئلہ سے قرآن کریم اپنی کسی آیت میں بھی بالکل معترض نہیں ہوا!"

اور بعض لوگ بولے: "مرتد کی سزا میں صرف یہ ایک حدیث وارد ہے: من بدل دینه فاقتلوه"

"جو اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو۔"

اور کوشش کی کہ اس حدیث کا درجہ گھٹائیں۔ اور دوسرے نے کوشش کی کہ معاشرے کے لئے اس جرم کی اہمیت اور خطرے کو کم کر کے دکھایا جائے اور مخفی و معلن، داعی و غیر داعی اور خفیف و ثقیل ارتداد میں تفریق نہ کی جائے (اور سب سزا سے بچ جائیں)۔

اس رسالے میں ہم کوشش کریں گے کہ اس مسئلے میں جس میں حق و باطل پر پردے ڈالے جا چکے ہیں اور معاملہ الجھ گیا ہے، حق کو واضح کر دیں۔ ہم قرآن کی نصوص، صحیح احادیث، صحابہ کی فہم و فراست اور ائمۂ امت کے اقوال کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت کریں گے۔

واضح ہو کہ قرآن کریم ارتداد کے جرم اور اس کی سزا کو ہرگز نظر انداز نہیں کرتا جیسا

کہ مدعی کا دعویٰ ہے۔ نیز سنت میں مرتد کی سزا میں صرف ایک حدیث وارد نہیں ہوئی، بلکہ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے کئی احادیث روایت ہوئی ہیں۔

ہم نے اس رسالے میں وضاحت کی ہے کہ ارتداد معاشرے کے لیے کتنا خطرناک ہے اور یہ کہ یہ معاشرے کو تقسیم اور ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا ہے اور اندھا دھند فتنوں میں پھنسا سکتا ہے۔ بلکہ خانہ جنگی میں بھی ڈال سکتا ہے جس میں لوگ قتل ہوتے ہیں، ملک تباہ ہوتے ہیں، کھیتیاں اور سبزہ حتیٰ کہ زمین تک برباد ہو جاتی ہے۔ اور اس مرتد کے بارے میں جو معاشرے میں بگاڑ ڈالنے کی کوشش نہیں کرتا، اسے دین سے منحرف کرنے کی سعی نہیں کرتا اور اپنے تک محدود رہتا ہے، خود کو مطمئن کرنا چاہتا ہے اور سوچ سے پردے اور تاریکیاں دور کرنے کی نیت رکھتا ہے[1]۔

اس کے بارے میں ہم نے اس رائے کو ترجیح دی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہوئی ہے اور دو بڑے اماموں، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی رائے ہے۔

میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اس رسالے کے ذریعے نفع پہنچائے اور بھٹکنے والے کے لیے راستہ واضح کر دے اور ہم سب کو سیدھی راہ دکھائے۔

يوسف القرضاوي

[1] یعنی اسلام کے بارے میں واقعی شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ معاذ اللہ سچا دین نہیں ہے، لیکن لوگوں کو اس کے خلاف نہیں بھڑکاتا۔

عقیدہ وایمان پر مبنی معاشرہ

ایک بنیادی اور واضح بات، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں، یہ ہے کہ ایک مسلم معاشرہ ہی مومن معاشرہ ہوتا ہے۔

اور وہ اساس و بنیاد جس پر یہ معاشرہ قائم ہوتا ہے اور اس کے ذریعے ہی قائم رہتا ہے، وہ عقیدہ ہے، عقیدہ اسلام۔ لہذا اس معاشرے کا پہلا فرض اس عقیدے کا بیج بونا، اس کی حفاظت کرنا، اس کی بنیاد (لوگوں کے دلوں میں) مضبوط کرنا اور اس کی دیکھ بھال کرنا، نیز آفاق میں اس کا نور پھیلانا ہے۔

اسلامی عقیدے کے مظاہر، اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، مقدس کتابوں، اور رسولوں نیز یوم آخرت پر ایمان ہیں:۔

"آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ أُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ، كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (البقرۃ:۲۸۵)"

"رسول ﷺ ایمان لائے اس پر جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا اور ایمان والے بھی۔ سب ایمان لائے اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر۔ (یہ کہتے ہوئے کہ) ہم اسکے رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے۔[1] اور بولے کہ

---

[1] یعنی سب رسالت ونبوت میں برابر ہیں۔ البتہ درجات کا فرق قرآن سے ہی ثابت ہے۔ مثلاً حضرت داوٗد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: "وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ آتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (الاسراء:۵۵)"

"اور بے شک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور داوٗد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔"

ہم نے سنا اور اطاعت کی، اے ہمارے رب تجھ سے معافی چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف واپسی کا ٹھکانہ ہے۔"

تو یہ عقیدہ معاشرے میں اپنایا جاتا ہے، جو اتفاق پیدا کرتا ہے نہ کہ تفریق، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں کے پیغام کے نچوڑ پر (یعنی توحید پر) مبنی ہوتا ہے اور اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان پر مشتمل ہوتا ہے۔

"لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ"

اسلامی عقیدے کی بنیاد

دو شہادتیں:

اس عقیدہ کا ایک عنوان ہے جو اس کا خلاصہ کرتا ہے یا ایک نشانی ہے جو اس کی نمائندگی کرتی ہے: ''یہ شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں''۔ یہ عقیدہ وہ ہے جو کہ کائنات اور رب کائنات، فطرت و بالائے فطرت، زندگی اور بعد زندگی، مرئی و غیر مرئی جہاں دوسرے الفاظ میں مخلوق اور خالق، دنیا اور آخرت، عالم شہود و عالم غیب کے بارے میں مسلمانوں کا نقطہ نظر واضح کرتا ہے۔

تو یہ کائنات اپنے زمین و آسمان جمادات و نباتات، حیوان و انسان، جن و فرشتوں سمیت ---یہ (پوری) کائنات بغیر کسی چیز کے اپنے آپ نہ بن گئی نہ ہی خود کو پیدا کیا۔ تو کوئی شک نہیں کہ اس کا ایک خالق ہے جو علیم، قدیر، عزیز اور حکیم ہے موجود ہے جس نے اس کو بنایا اور سنوارا اور اس میں موجود ہر چیز کو ایک صحیح اندازے سے بنایا، سو ہر ذرہ ایک مخصوص اندازہ سے ہے اور اس میں ہر حرکت ایک کامل پیمانے اور حساب سے ہوتی ہے اور یہ خالق اللہ تعالیٰ ہے جس کی مشیت اور قدرت، علم و حکمت پر کتاب وجود کا ہر لفظ بلکہ ہر حرف دلالت دیتا ہے۔

''تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَ الْأَرْضُ وَ مَنْ فِيهِنَّ، وَ إِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ'' (الاسراء:٤٤)

''ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔''

یہی وہ خالق اعلیٰ ہے جو زمین و آسمان کا رب ہے تمام جہانوں کو پالنے والا ہے، واحد بھی ہے اور احد بھی، نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اس کے افعال

میں کوئی ہمسر، صرف وہی قدیم اور ازل ہے اور وہی اکیلا باقی اور ہمیشہ رہنے والا ہے وہ اس کائنات کا خالق، باری اور مصور ہے تمام اچھے نام اور بلند صفات اسی کی ہیں نہ اس کے برابر کا کوئی ہے اور نہ کوئی اس کا ضرر رساں، نہ اولاد ہے نہ والد ؎ نہ اس کی کوئی تشبیہ ہے اور نہ کوئی نظیر۔

''قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ۔ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ'' (سورۃ الاخلاص، مکمل)

''فرمائیں کہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے جنا ہے نہ جنا گیا اور نہ اس کے کوئی ہمسر ٹھہرا۔''

''هُوَ الْأَوَّلُ وَ الْآخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ''
(الحدید:٣)

''وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ'' (الشوریٰ:١١)

''اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ ہمیشہ سننے والا اور ہمیشہ دیکھنے والا ہے۔''

جو کچھ اس وسیع کائنات میں ہے اعلیٰ یا ادنیٰ، خاموش یا ناطق وہ اس بات کی دلالت کر رہا ہے کہ عقلاً صرف ایک ہی ذات ہو سکتی ہے جو اس کا نظام چلا رہی ہے ایک ہی ہاتھ ہے جو اس کی چکی کو گھما رہا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کا نظام ختم ہو جاتا اس کی تنظیم بگڑ جاتی اور اس کا اندازہ خراب ہو جاتا اور اس کی بنیادیں گر پڑتیں کیونکہ ان تمام عقلوں اور دماغوں کا [illegible] ارادہ کرتے ہیں اور ان مختلف ہاتھوں کا جو حرکت کرتے

؎ (اس میں تمام آباؤ اجداد [illegible] ساتھ مخصوص ہیں، شامل ہیں۔ انسان صرف اپنی محدود سوچ کی بناء پر اسے خدا پر لا[illegible]تا ہے حالانکہ پودوں، پتھروں کے بھی ماں باپ نہیں ہوتے۔ لہذا ان کے خالق و بار[illegible] [illegible]صور کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز سے بے نیاز اور بلند ہے (مترجم))

ہیں تقاضا مختلف ہوا کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:-

"لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ" (الانبیاء:۲۲)

"اگر زمین و آسمان میں اس کے سوا کوئی معبود ہوتا تو ان دونوں میں فساد پڑ جاتا سو اللہ عرش کا رب ان کے منسوب شدہ الزامات سے پاک ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلٰى بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ" (المومنون:۹۱)

"اللہ نے نہ کوئی اولاد اختیار کی اور اس کا نہ کوئی ہمسر معبود ہے۔ (اگر ایسا ہوتا) تب تو ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر چل پڑتا اور ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے سو اللہ تعالیٰ ان کے منسوب شدہ الزامات سے پاک ہے۔"

اور فرمایا کہ:-

"قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗ آلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا۔ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى: عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا" (الاسراء: ۴۲،۴۳)

"فرمائیں کہ اگر اس کے ساتھ کوئی معبود ہوتا جیسے کہتے پھرتے ہیں تب تو وہ عرش والے تک راستہ پا لیتے، سو اللہ تعالیٰ پاک اور بلند ہے ان کے بتائے ہوئے

محدود عقل کی وجہ سے انسان نے اللہ تعالیٰ کے متعلق دنیاوی بادشاہوں جیسا تصور پیدا کرلیا ہے (مترجم)

مخالف خدا کی مدد سے

(اوصاف سے)، بہت ہی بلندی پر۔"

لہٰذا وہ حقیقت جس میں کسی طرح کا شک نہیں جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کے محتاج بندے ہیں لہٰذا عاقل یا غیر عاقل کوئی اس کا شریک نہیں نہ ہی بت پرستوں یا نیم بت پرستوں کے قول کی طرح اس کی کوئی اولاد ہے:-

"وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ۔ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ۔ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" (البقرہ:۱۱۶،۱۱۷)

"اور بولے کہ اللہ نے اولاد اختیار کی حالانکہ وہ اس سے پاک ہے بلکہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اسی کا ہے سب اس کے فرمانبردار ہیں زمین و آسمان کو ایجاد کرنے والا ہے جب کسی معاملہ کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے محض 'کن' فرماتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے۔"

اور جو بھی اس حقیقت کو دنیا کی زندگی میں بھلا بیٹھا سو جلد ہی آخرت میں اس سے پردہ اٹھ جائے گا اور حقیقت کو اس طرح دیکھ لے گا جس طرح چاشت کے وقت کا واضح سورج:-

'اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا۔ وَ كُلُّهُمْ آتِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا"

(مریم:۹۳،۹۵)

"زمین و آسمان میں کوئی نہیں جو (نیازمند) غلام کی طرح رحمٰن کے پاس حاضر نہ

مثلاً تثلیث کے شکار عیسائی (مترجم)

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسانوں کی طرح ایک مادہ سے دوسرا نہیں بناتا، نہ یہ کہ وہ 'کن' کا محتاج ہے۔ وہ تو 'کن' کا بھی خالق ہے (مترجم)۔

ہوگا بے شک اس نے انہیں گن رکھا ہے اور ٹھیک حساب رکھا ہوا ہے اور وہ سب قیامت کے دن اس کے پاس اکیلے اکیلے آئیں گے۔"

تو کچھ عجب نہیں کہ وہی خالق عظیم، رب اعلیٰ اکیلا ہی عبادت اور مطلقاً اطاعت کے لائق ہو۔ دوسرے الفاظ میں (بندے کی) عاجزی اور محبت کا صرف وہی حق دار ہے۔ خضوع سے یہاں مراد مکمل عاجزی ہے۔ کلی محبت بھی اسی کے لئے ہے۔ اسی کو ہم عبادت کا نام دیتے ہیں۔

"لا الـہ الا اللّٰـہ" سے یہی مراد ہے یعنی اس کے سوا عبادت کا مستحق کوئی نہیں ہے--- یا اس کے سوا کوئی اس لائق نہیں کہ اس کے لئے مکمل عاجزی یا مکمل محبت اختیار کی جائے۔ وہ واحد ہے جس کے حکم پر گردنیں جھکتی ہیں، اس کی عظمت پر پیشانی سجدہ ریز ہوتی ہے، زبانیں اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہیں اور اس کے حکم کے سامنے دل، عقل اور بدن سب سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

وہ واحد ہے جس سے دل کلی محبت کا میلان رکھتے ہے، سب کمال اس واحد ہی کا ہے۔ اور کمال کی یہ شان ہے کہ اس سے اور اس کے مالک سے محبت کی جائے۔ تمام حسن و جمال کا مصدر وہی ہے۔ کوئی ایسا حسین نہیں جو اس کا محتاج نہ ہو۔ اور حسن و جمال کا یہ تقاضا ہے کہ اس سے اور اس کے صاحب سے محبت کی جائے۔ تمام نعمتیں اور احسان اسی کے دیے ہوئے ہیں:-

"وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (النحل:۵۳)"

قبیلہ مال و دولت وغیرہ جیسی کوئی مدد ان کے ساتھ نہ ہوگی۔ البتہ انبیاء و اولیاء کا سہارا ہوگا اور اپنے اپنے امام کے ساتھ آئیں گے۔ "يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ" (بنی اسرائیل: ۷۱) "جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔" (مترجم)

عبادت کے معنی کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب "العبادة في الاسلام" کی طرف رجوع کریں۔ مصنف

"اور جو بھی نعمت تمہارے پاس ہے اللہ کی طرف سے ہے۔"

اور احسان، نعمت اور اس کے معطی سے بھی ہمیشہ محبت کی جاتی ہے۔

"لا الـہ الا اللّٰـہ" کا معنی ہے اس سلطان کے سوا ہر سلطان کے سامنے عاجزی اور عبادت سے انکار۔ اس کے حکم کے سوا ہر حکم سے سرکشی۔ اس کے امر کے سوا ہر امر سے منہ موڑنا۔ صرف اس سے دوستی اور محبت رکھنا اور اس کی محبت میں محبت رکھنا۔

توحید کے بنیادی عناصر

اگر ہم اس معنی کی تفصیل کرنا چاہیں تو ہم کہیں گے توحید کے عناصر، جیسا کہ قرآن کریم کی سورۃ الانعام میں ذکر ہے، تین ہیں۔ یہ سورت اصول توحید کے اثبات سے ہی متعلق ہے۔

پہلا اصول: کہ تم اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بناؤ:۔

"قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ" (الأنعام: ۱۶۴)

"فرمائیں کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی رب چاہوں گا حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔"

دوسرا اصول: کہ تم اللہ کے سوا کسی کو "ولی" نہ بناؤ:۔

"قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ هُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ" (الأنعام: ۱۹)

"فرمائیں کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی کو ولی بناؤں، جو زمین وآسمان کا خالق ہے، حالانکہ وہ کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا۔" (یعنی دوسروں کو عطا کرتا ہے اور خود غنی ہے)

تیسرا اصول: کہ تم اللہ کے سوا کسی کو حَکَم نہ بناؤ:۔

"أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا" (الأنعام: ۱۱۴)

"کیا میں اللہ کے سوا کوئی حَکَم چاہوں گا حالانکہ اس نے تمہاری (جمع) طرف ایک مفصل کتاب بھیجی ہے۔"

لہٰذا اس کتاب کی رو سے فیصلہ کرو۔ مترجم

پہلا عنصر: کہ اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بناؤ:

پہلے عنصر کہ "اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بناؤ" کا معنی یہ ہے: ان تمام ارباب کا ابطال جن کا لوگوں نے دعویٰ کر رکھا ہے، خواہ قدیم ہو یا جدید، مشرق میں ہو یا مغرب میں، پتھر ہو یا درخت، سونے کا ہو یا چاندی کا۔ خواہ جن ہو یا انس۔

اس پہلے اصول کا مطلب ہے اللہ کے سوا ہر کسی کو رب ماننے سے انکار اور اس کے خلاف بغاوت، جس نے تکبر کرتے ہوئے زمین پر خدائی کا دعویٰ کر دیا اور چاہتے ہیں کہ اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ اور نیازمند بنالیں۔

لا اله الا اللّٰه انسان کی عاجزی اور عبادت سے آزادی کا عام اعلان ہے، سوا اس کے جو اس کا خالق و باری ہے۔ سو جائز نہیں کہ زمین وآسمان کو قائم رکھنے والے کے سوا کسی کی طرف چہرے متوجہ ہوں، گردنیں جھکیں، پیشانیاں گر پڑیں اور دل ڈر جائیں۔

اور اسی لیے نبی اکرم ﷺ سلاطین و امراء اور عیسائیوں کے قیصروں کو لکھے گئے خطوط کا خاتمہ اس آیت پر فرماتے:۔

"يَآ أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ" (آل عمران: ۶۴)

"اے اہل کتاب! آؤ ہم اپنے اور تمہارے درمیان ایک مشترکہ بات پر متفق

رب کی جمع۔

مثلاً ہندو مذہب

عقل، وطن وغیرہ

اور واقعی عبادت کے لائق ہے مترجم

ہو جائیں کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور نہ ہی ہم میں سے ایک کسی دوسرے کو رب بنائے گا۔ تو اگر وہ پیٹھ پھیر دیں تو ان سے کہہ دو گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں۔[1]"

یہ کلمہ "اللہ ہی ہمارا رب ہے" زمین پر ظلم کرنے والے جابروں اور سرکشوں کی نافرمانی کا اعلان کرتا ہے۔

اسی وجہ سے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی گئی تو آل فرعون (فرعون کے پیروکاروں) میں سے ایک مومن مرد اٹھا اور ان کے دفاع میں فرمایا:۔

"أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ" (الغافر:۲۸)

"کیا تم ایک مرد کو صرف اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔"

اسی وجہ سے ہی ہمارے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ظلم و اذیت کا سامنا کرنا پڑا بلکہ گھروں اور مالوں سے بے دخل کر دیا گیا:۔

"اَلَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰه"

(الحج:۴۰)

"وہ لوگ جو اپنے گھروں سے بغیر جواز کے محض اس لئے نکالے گئے کہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔"[2]

دوسرا عنصر: کہ اللہ کے سوا کسی کو دوست [3] مت بناؤ:۔

اس دوسرے اصول کہ "اللہ کے سوا کسی کو ولی نہ بناؤ" کا معنی ہے کہ اللہ اور اس کے حزب" (گروہ) کے سوا ہر کسی کی دوستی سے انکار۔ لہذا یہ توحید ہرگز نہیں کہ ایک دعویٰ

[1] مسلم یہاں بمعنی فرمانبردار ہے۔ یعنی ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ دیکھیں تفسیر طبری وغیرہ (مترجم)

[2] اور دوسروں کا حکم ماننے سے انکار کر کے انہیں ناراض کرتے ہیں۔ (مترجم)

[3] لفظ "ولی" کا معنی دوست، حامی، مددگار، محافظ وغیرہ کے ہیں۔ مترجم

کرنے والا دعویٰ کرے کہ میرا رب اللہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود اپنی دوستی، محبت اور نصرت کا رخ غیر اللہ حتی کہ اللہ کے دشمنوں کی طرف موڑ دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ" (آل عمران:۲۸)

"مومن، مومنین کے بجائے کافروں کو ہرگز دوست نہ بنائیں۔ سو جس نے ایسا کیا اس کا اللہ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔"

دراصل کسی کا یہ ایمان لانا کہ "اللہ میرا رب ہے"، اس توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی دوستی کو اللہ کے لئے اور ان کے لئے مخصوص کر دے جن کی دوستی کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ۔ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (المائدہ ۵۶،۵۵)"

"تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) ہیں۔ اور وہ ایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں[1] تو جو بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں سے دوستی کریگا تو اللہ کا گروہ ہی غلبہ پانے والا ہے۔"

یہاں قرآن نے ان مشرکین کا رد کیا ہے جو (اپنے دعویٰ میں) اپنے دلوں کو اللہ کے درمیان اور ان خداؤں کے درمیان تقسیم کر چکے ہیں جو بتوں اور اوہام

[1] اگر کوئی مسلمان کہلانے والا بھی یہ کام نہ کرے تو اس سے قطع تعلق کیا جائے تاکہ وہ باز آ جائے، ورنہ معاشرہ بگڑ جائے گا۔ البتہ آج کل بے نمازیوں اور زکاۃ نہ دینے والوں کی کثرت کی وجہ سے علماء نے دنیاوی تعلقات کی اجازت دی ہے۔ (مترجم)۔

(اوثان) میں سے ان کے ہیں۔ سوان سے بھی ویسے ہی محبت اور دوستی رکھتے ہیں جیسے اللہ سے رکھتے ہیں:۔

"وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرة:۱۶۵)"

"اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا خدا بنا رکھے ہیں، ان سے بھی اللہ کی طرح محبت کرتے ہیں۔ جبکہ ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ مومنین کی عبادت میں اپنے ساتھ غیر کی شرکت کو قبول نہیں کرتا۔ سو اس کا کوئی جواز نہیں کہ دل کا بعض حصہ اللہ کے لیے اور بعض طاغوت کے لیے ہو۔ کچھ فرمانبرداری خالق کی ہو اور کچھ مخلوق کی۔

تمام دل (محبت) اور تمام دوستی اُسی کی ہونا لازمی ہے جو تمام مخلوق کا مالک ہے۔ تمام اختیارات اُسی کے ہیں۔ یہی مومن اور مشرک میں فرق ہے۔ مومن اللہ کے لئے سر تسلیم خم کرتا ہے اور اس کی عبادت کے لئے خالص ہوتا ہے۔ جبکہ مشرک اللہ اور غیر اللہ میں تقسیم ہوتا ہے:۔

"ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشَاكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ۔ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ"
(الزمر:۲۰)

"اللہ ایک شخص (غلام) کی مثال پیش کرتا ہے جس میں کئی شریک (مالک) ہیں، اپنی اپنی طرف بلاتے ہیں اور ایک شخص محض ایک کے لئے وقف ہے، کیا یہ مثالیں برابر ہیں؟ تمام تعریف اللہ کی ہے مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔"

تیسرا عنصر: کہ تم اللہ کے سوا کسی کو حَکَم نہ بناؤ:

اور تیسرے اصول کہ تم اللہ کے سوا کسی کو حَکَم نہ مانو کا مطلب یہ ہے کہ: اللہ کے حکم کے سوا ہر حکم سے، اس کے امر کے سوا ہر امر سے، اس کے نظام کے سوا ہر نظام سے، اس کے قانون کے سوا ہر قانون کے سامنے جھکنے سے انکار، اور ہر ایسے اصول، رواج، رسم، فکر، سوچ سے ہر قیمت پر انکار جس کی اللہ نے اجازت نہ دی ہو۔ سو جس نے بغیر اللہ کی اجازت اور حجت کے ان میں سے کوئی چیز قبول کر لی، تو خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم اس نے توحید کے ایک اہم عنصر کو گرا دیا۔ اس نے اللہ کے سوا کو حَکَم بنایا حالانکہ حُکم اور اقتدارِ اعلیٰ صرف اللہ کا حق ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (يوسف:۴۰)"

"بے شک حُکم صرف اللہ کا ہے۔ سو اس نے حکم دیا کہ تم اس کی عبادت کرو۔ یہی تو سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

اور یہ اصول اس بات کا مقتضی ہے کہ ربوبیت اور الٰہیت صرف اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے۔ سو جس نے اللہ کے بندوں میں سے کسی کو ایسا حاکم یا شارع بنا لیا کہ جو چاہے حکم دے، جس چیز سے چاہے روک دے، جو چاہے حلال کر دے، جو چاہے حرام کر دے اور اسے ان تمام معاملات میں اطاعت کل کا حق دے دیا جائے، چاہے حرام کو حلال کر دے مثلاً زنا، سود، شراب، جوا اور حلال کو حرام کر دے مثلاً طلاق، تعداد ازواج اور واجبات کو ختم کر دے مثلاً خلافت، جہاد، زکوٰۃ، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور اللہ کی حدود کو قائم کرنا وغیرہ۔ تو جس نے بھی اس طرح کا شارع یا حَکَم بنایا تو اسے درحقیقت رب بنا لیا جس کی ہر بات میں اطاعت کی جاتی ہے اور جو قانون نافذ

کردے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا جاتا ہے [footnote]۔

یہی وہ پیغام ہے جو قرآن کریم لایا اور سنت نبوی ﷺ نے اس کی تشریح کی ہے۔ سورۃ التوبہ میں اسی ضمن میں اہل کتاب کے بارے میں آیا ہے:۔

"اِتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ، وَ مَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا إِلٰهًا وَّاحِدًا، لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ" (التوبة: ۳۱)

"انہوں نے اپنے راہبوں اور پادریوں کو اپنا رب بنا لیا اور عیسیٰ ابن مریم کو۔ حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں۔ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان کے بنائے ہوئے شریکوں سے پاک ہے۔"

تو آخر انہوں نے ان کو رب کیسے بنایا جبکہ نہ انہیں سجدہ کرتے ہیں اور نہ بتوں کی طرح پوجا کرتے ہیں؟

اس کا جواب سیدِ مرسلین رسول کریم ﷺ نے دیا ہے جسے حضرت عدی بن حاتم ◆ کے ایمان لانے کے قصے میں امام احمد، ترمذی اور ابن جریر (طبری ◆) نے روایت کیا ہے۔ وہ جاہلیت میں عیسائی ہوگئے تھے اور مدینہ آئے ہوئے تھے اور لوگوں کو اپنی آمد کی خبر دے رہے تھے۔ چنانچہ وہ رسول ﷺ کے پاس تشریف لائے اور ان کی گردن میں چاندی کی صلیب تھی۔ آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:۔

"اِتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔۔۔"

(التوبة: ۳۱)

اس پر حضرت عدی ◆ بولے: "انہوں نے تو کبھی عبادت نہیں کی!"۔ فرمایا:۔

[footnote] البتہ اسے معلوم ہو کہ مثلاً شراب اب بھی حرام ہے اور اللہ کا ڈر ہو اور جانتا ہو کہ میں غلط کر رہا ہوں لیکن گناہ سے رک نہ سکے تو ایسا شخص مشرک نہیں (مترجم)۔

"بل انهم حرموا عليهم الحلال وأحلوا لهم الحرام فاتبعوهم، فذلك عبادتهم اياهم"

"بلکہ انہوں نے ان پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا اور انہوں نے ان کی پیروی کی اور یہی ان کے حق میں ان کی عبادت ہے۔ [footnote]"

ابن کثیر ؒ کہتے ہیں: "اسی طرح حذیفہ بن یمان، ابن عباس اور دوسرے صحابہ ؓ نے "اِتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔۔۔" کی تفسیر میں فرمایا: "انہوں نے ان کی پیروی کی حالانکہ انہوں نے جو چاہا حلال کیا جو چاہا حرام کیا۔"

اور علامہ سدی ؒ نے فرمایا: انہوں نے انسانوں سے مشورہ لیا اور کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"وَ مَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا إِلٰهًا وَّاحِدًا" (التوبة: ۳۱)

"حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں۔"

یعنی وہ کہ جب وہ کچھ حرام کرے تو وہ حرام ہو جائے، حلال قرار دے تو حلال ہو جائے، جو بھی حکم دے اس کی پیروی کی جائے اور نافذ کیا جائے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

یہ کلمہ شہادت کے پہلے حصہ کا مفہوم ہے، کلمہ: لا اله الا اللّٰه۔ اور اس کا تقاضا ہے: اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بناؤ، اللہ کے سوا کسی کو ولی نہ بناؤ، اور اللہ کے سوا کسی کو حَکَم نہ بناؤ جیسا کہ قرآن کریم نے حکمت سے بھرپور اپنی صریح آیات میں فرمایا ہے۔

[footnote] اسے امام ترمذی اور ان جریر (طبری) نے غطیف بن اعین سے روایت کیا ہے اور اسے ابن حبان کے سوا کسی نے ثقہ نہیں قرار دیا۔ اسی لئے امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔ لیکن یہ حدیث حذیفہ ؓ ◆ وغیرہ پر موقوف ہو کر صحیح بھی روایت ہوئی ہے۔ (مصنف)

محمد رسول اللہ کا مطلب

جہاں تک کلمہ شہادت کے دوسرے حصہ کا تعلق ہے جس کے ذریعے سے ایک آدمی اسلام میں داخل ہوتا ہے، یہ حصہ ہے: ''محمد رسول اللّٰہ''۔ اللہ کی وحدانیت اور اُلوہیت میں اس کے منفرد ہونے کے اقرار سے آدمی اس دوسری شرط سے مبراء نہیں ہوجاتا ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے یہ فیصلہ کیا کہ لوگ لاعلمی کا دعویٰ نہ کرسکیں اور انہیں بے کار نہ چھوڑا۔ بلکہ ان کی طرف وقتاً فوقتاً اپنے رسول بھیجے جو اللہ کے احکامات کی تبلیغ کرتے ،مخلوق کو راستہ دکھاتے ، اس پر دلائل دیتے ، اس کی رضا کے کاموں کا درس دیتے اور اسے ناراض کرنے والے کاموں سے روکتے۔

''رُسُلًا مُّبَشِّرِيۡنَ وَ مُنۡذِرِيۡنَ لِئَلَّا يَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعۡدَ الرُّسُلِ ''(النساء:۲۶۵)

''(ہم نے) کچھ رسولوں کو (بھیجا) خوش خبری سناتے ہیں اور ڈراتے ہیں تا کہ لوگوں کے پاس ان کے آنے کے بعد اللہ کے خلاف کوئی حجت و دلیل باقی نہ رہ جائے۔''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں،'' تھے'' غلط ترجمہ ہے

(ایمان لانے کے لیے یہ دونوں شرائط اور کچھ دیگر شرائط بھی لازم ہیں ۔ مثلاً تمام پچھلے انبیاء اور قرآن کو درست ماننا، نماز اور روزہ کو فرض سمجھنا وغیرہ۔ مترجم)

یہ لفظی ترجمہ ہے، ورنہ درحقیقت اللہ کے خلاف معاذ اللہ دلیل لانا کسی کے بس میں نہیں ۔ اگر اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو بلاسبب بھی جہنم میں ڈال دے تو ظلم نہیں ہے، کیونکہ مالک کو اپنی ملکیت میں تصرف کا پورا حق حاصل ہے۔ (مترجم)

لہٰذا ان رسولوں کے فرائض میں ہے کہ وہ ایسے قواعد، پیمانے ،اور معیار مقرر کریں جو زندگی کو ضابطہ میں لائیں ، معاشرے کی تنظیم کریں ، اور اس کو بہتر راستے کی ہدایت دیں ، نیز جب لوگوں میں اختلاف وتنازعہ ہو تو انہیں اس راہ پر چلائیں اور اس جانب متوجہ کریں تو اس راستے میں وہ ایسا حق پائیں گے جس میں باطل کا شبہ نہیں ، ایسا عدل جس میں ظلم نام کی کوئی چیز نہیں ، وہ خیر جو شر کو دور کر دیتا ہے اور وہ فضیلت جو رذیلت کا مقابلہ کرتی ہے اور فساد اور انحراف کی مزاحمت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''لَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَيِّنٰتِ وَ أَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتَابَ وَ الۡمِيۡزَانَ لِيَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ''(الحدید:۲۵)

''بے شک ہم نے اپنے رسول واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔''

تو یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے اس رسول ﷺ پر بھی ''الکتاب'' نازل کی ، جو وحی الٰہی کی وہ نص ہے جس میں غلطی نہیں ۔ اور ''المیزان''، اصول اور ربابیت کا معیار ہے، جو اس کی اعلیٰ پیشین گوئیوں میں ظاہر ہوتا ہے اور انسانیت

قرآن کریم نے ایک ہی آیت میں ایسے انکشافات کئے کہ آج ساری دنیا ماننے پر مجبور ہے۔ یہ فصیح و بلیغ آیت سورۃ الانبیاء کی آیت 30 ہے، میں یہاں کچھ تفصیل ضروری سمجھتا ہوں:۔

''أَوَلَمۡ يَرَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَ الۡأَرۡضَ كَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنَاهُمَا وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَاءِ كُلَّ شَيۡءٍ حَيٍّ ،أَفَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ'' (الأنبياء:۳۰)

''کیا کافر لوگ دیکھتے نہیں کہ زمین وآسمان پہلے آپس میں سلے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں دھماکے سے علیحدہ کیا۔ اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی۔ کیا (اس پر بھی) ایمان نہیں لائیں گے۔''

ایک ہی آیت میں قرآن نے چودہ سو سال پہلے اتنی سائنس پڑھا دی کہ سائنس دانوں کو آج بھی اسے بیان کرنے کے لئے جلدیں چاہیے۔ اس میں نہ صرف Big Bang Theory کو ثابت کیا یعنی یہ کہ زمین و آسمان پہلے اکٹھے تھے پھر دھماکے سے مختلف ستاروں، سیاروں وغیرہ میں بدل گئے، بلکہ ہر زندہ چیز کا پانی سے بنایا جانا بھی بیان کر دیا۔ آج سائنس انسان کو 70% پانی قرار دیتی ہے۔ دنیا بھر کے سائنس دان اس آیت کے سامنے عاجز اور اس کے محتاج ہیں۔ (مترجم)

کے وہ اچھے اخلاق (فضائل) جو "الکتاب" کی روشنی میں تربیت پاتے ہیں۔

اور اگر یہ رسل نہ ہوتے تو لوگ الوہیت کی حقیقت کے تصور میں[*] اس کی رضا کے طریقوں کے اختلاف سے اور اسی طرح کے دوسرے لازمی امور کی وجہ سے بھٹک جاتے۔ اور بہت سے بکھرے ہوئے راستے بنا لیتے جن کے لئے اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ وہ راستے کہ بکھیرتے ہیں اور جمع نہیں کرتے، گراتے ہیں اور کھڑا نہیں کرتے، گمراہ کرتے ہیں لیکن ہدایت نہیں دیتے۔

اور ان تمام انبیاء و رسل کے خاتم سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ ہیں جو اللہ کے امر و حکم اور اس کی شریعت کے ساتھ معبوث ہوئے اور مبلغ مقرر ہوئے۔ آپ ﷺ کے ہی ذریعے ہم نے جانا کہ اللہ ہم سے کیا پسند کرتا ہے اور ہمارے لیے کیا پسند کرتا ہے، کیا حکم دیتا ہے اور کس بات سے منع کرتا ہے۔۔۔ آپ ﷺ کے ذریعے ہی ہم نے اپنے رب کو پہچانا۔۔ اپنے انجام و آغاز کو جانا۔۔ انجام اور آغاز کے درمیان والے راستے (اس زندگی کی حقیقت) کو جانا۔۔ یہ معلوم کیا کہ ہمارے رب ﷻ نے کیا کیا ہم پر حلال کیا اور کیا کیا حرام کیا، کیا فرض اور کیا واجب قرار دیا۔ اور اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو ہم یقیناً گمراہیوں اور جہالت کے اندھیروں میں رہ رہے ہوتے، نہ ہی اپنے لیے کوئی راہ پاتے اور نہ ہی صحیح راستے تک ہدایت ملتی۔

"قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ" (المائدہ:۱۶،۱۵)

"بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور وضاحت کرنے والی کتاب آگئی ہے جس کے ذریعے وہ اپنی رضا پر چلنے والے کو سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور انہیں اپنے اِذن سے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور انہیں

---

[*] اس کے بارے میں سوچنا نہ صرف گناہ کبیرہ ہے بلکہ کفر ثابت ہوسکتا ہے (مترجم)

سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔"

آپ ﷺ ہی کے ذریعے ہم نے پہچانا کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے، جس میں ہر جان کو اپنے اعمال کا صلہ اور اپنے کرتوت کا انجام بھگتنا ہوگا، تاکہ برے کام کرنے والوں کو ان کے کاموں کی سزا ملے اور احسان کرنے والوں کو اچھا بدلہ ملے۔

آپ ﷺ ہی کے ذریعے ہم نے پہچانا کہ ہمیں حساب، میزان، ثواب، عقاب، جنت یا جہنم سے سابقہ پڑتا ہے:۔

"فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ" (الزلزال:۸،۷)

"جس نے ایک ذرہ کے وزن (برابر بھی) نیکی کی اسے دیکھے گا، اور جس نے ایک ذرہ کے وزن (برابر بھی) برائی کی تو اسے دیکھے گا۔"

آپ ﷺ ہی کے ذریعے ہم نے ایسی شریعت حاصل کی جو نہ بھولے نہ بھٹکائے، اس نے ہمیں سچ کے بنیادی اصول بتائے، عدل کے قواعد پڑھائے، بھلائی کے معانی بتائے۔ اس شریعت کا حکم اس نے دیا جو اسرار و مخفی باتوں کا جاننے والا ہے، جس سے کوئی چھپنے والی چیز نہیں چھپ سکتی، جو فساد کرنے والوں اور اصلاح کرنے والوں کے درمیان فرق کا اہل ہے:۔

"أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" (الملک:۱۴)

"کیا وہ نہیں جانتا ہوگا جس نے پیدا کیا؟ وہ تو جاننے والا، باریک بین ہے۔"

سو جس نے یہ کلمہ "محمد رسول الله" کہا تو یہ دوسرا کلمہ ہی پہلے کلمہ کا تتمہ ہوگا یعنی "لا الہ الا اللہ" کا۔ لہٰذا اس کا معنی یہ ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے اور دوسرے کلمے کا معنی ہے کہ اللہ کی عبادت اس طریقے سے کی جائے جیسا اس

نے حکم کیا اور اپنے رسول ﷺ کی زبان اقدس پر وحی جاری کی ۔

رسول ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

کچھ عجب نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت کا ایک جزء ہو:۔

"مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ" (النساء:۸۰)

"جو رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اس نے بے شک اللہ کی اطاعت کی۔"

اور آپ ﷺ کی اتباع اللہ کی محبت کی نشانی ہو:۔

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" (آل عمران:۳۲)

"فرما دیجئے کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

آپ ﷺ کے حکم اور شریعت پر رضا، اللہ پر ایمان کا ایک لازمی جز ہے جو کبھی اس سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ وہ شخص ہرگز مومنین کے زمرے میں شامل نہیں ہوتا جو آپ ﷺ کے جاری کئے گئے کسی حکم یا امر کا انکار کرے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں، یا کتاب کی تشریح میں ہی آپ ﷺ پر اتارا ہو۔

ان دونوں حصوں پر ایمان ضروری ہے۔ شیطان اللہ کو ایک مانتا بلکہ جانتا ہے، لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتا اور اس کی شریعت اور اس کے رسولوں پر راضی نہیں۔ لہٰذا مردود کافر ٹھہرا۔ (مترجم)

یہاں یہ بات ذکر کردوں کہ بعض نے حدیث کو قرآن کی تفسیر قرار دیا ہے لیکن یہ نظریہ بہت تنگ ہے۔ اس سے غلط فہمیاں اور گمراہیاں پیدا ہوتی ہیں۔ قرآن و حدیث دونوں وحی ہیں اور خدا کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ لہٰذا جیسے قرآن سے استدلال ہوگا ویسا ہی ثابت شدہ حدیث سے ہوگا۔ بلکہ حدیث تمام ائمۂ اربعہ • کے اتفاق سے قرآن کے بعض احکام کی ناسخ بھی ہوسکتی ہے۔ مثلاً وصیت کا لازمی ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اب منسوخ ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایسے احکام ہیں جو قرآن میں بالکل نہیں ملتے۔ انہیں براہ راست حدیث و تفسیر سے تلاش کیا جائے گا۔ مثلاً داڑھی کا واجب ہونا اور کٹوانے کا حرام مطلق ہونا، تصویروں کا حرام ہونا، موسیقی کا گناہ ہونا وغیرہ۔ مترجم

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو لوگوں کی طرف نازل شدہ کتاب کو واضح کرنے کے لیے بھیجا ---- یہ امر قرآن کے غایت بیان سے واضح ہے۔ سو وہ شخص ہرگز مومن نہیں ہوسکتا جو آپ ﷺ کے بجائے کسی اور کو حکم ماننا چاہے، یا آپ ﷺ کا حکم رد کردے یا اس میں کھلم کھلا شک کا اظہار کرے۔ قرآن عزیز فرماتا ہے:۔

"وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا" (الأحزاب:۳۶)

"اور نہ کسی مومن مرد کو یہ جائز ہے نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملے میں فیصلہ کریں تو وہ اس میں اپنا اختیار سمجھیں، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو وہ کھلا گمراہ ہوگیا۔"

منافقین وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم قبول کرنے میں متردد ہوں

اللہ تعالیٰ دل کے بیمار منافقین کے گروہ پر تنقید کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

"وَ يَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ أَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ مَآ أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوْا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۔ أَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوْا أَمْ يَخَافُوْنَ أَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ، بَلْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا وَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (النور:۴۷-۵۱)

''اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور اطاعت کی، پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے۔ یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے کہ وہ (رسول ﷺ) ان میں فیصلہ کریں تو ان میں سے ایک گروہ اعراض کرتا ہے (اور توجہ نہیں دیتا)۔ اور اگر (اس معاملے میں) حق ان کی طرف ہو تو حکم مانتے ہوئے چلے آتے ہیں اس کی طرف کیا ان کے دل میں کوئی بیماری یا شک میں مبتلا ہیں یا ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ان پر ظلم کریں گے؟ بلکہ وہ خود ظالم ہی ہیں۔ جب مومنین کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے کہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ صرف یہی کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔''

اور جس نے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم میں تردد کیا اور کسی دوسرے انسان کو حاکم بنانے پر راضی ہو گیا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:[1]

''أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَ مَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَ قَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ، وَ يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا۔ وَ إِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَ إِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا'' (النساء: ۶۱-۶۰)

''کیا آپ ﷺ ان کی طرف نہیں دیکھتے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لائے جو آپ ﷺ پر اترا اور جو آپ ﷺ سے پہلے اترا۔ (اس کے باوجود بھی) چاہتے ہیں کہ طاغوت کو حَکَم بنائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس کا انکار کردیں۔ اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انہیں بری طرح گمراہ کردے۔ اور جب انہیں

[1] کہا جاتا ہے کہ وہ یہودیوں کا ایک گروہ تھا۔ مصنف)

کہا گیا کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول ﷺ کی طرف تو دیکھو گے کہ منافقین آپ ﷺ سے روکتے ہیں۔''

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر تاکید کرتے ہوئے فرمایا:۔

''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا''

(النساء: ۶۵)

''آپ ﷺ کے رب کی قسم! یہ لوگ ایمان نہیں لا سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ ﷺ کے حکم کو تسلیم نہ کرلیں، پھر آپ ﷺ جو بھی فیصلہ کریں اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور اسے خوشی سے تسلیم کریں۔''

رسول ﷺ کے حکم اور شرع کے متعلق مومن کی یہی شان ہے۔ انہیں ایک لحظہ کے لئے بھی آپ ﷺ کے حکم کو قبول یا انکار کرنے میں تردد نہیں ہوتا (بلکہ ہمیشہ قبول کرتے ہیں)۔ دوسرے الفاظ میں ''انہیں اپنے معاملات میں اختیار نہیں ہوتا'' وہ آپ ﷺ کی اطاعت اور قیادت سے نہیں پھرتے جیسا کہ منافقین کی عادت ہے بلکہ شروع سے ہی ان کی نشانی چلی آرہی ہے۔ وہ تو محض کہتے ہیں ''سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا'' (ہم نے سنا اور اطاعت کی)۔

یہ منافقین کے طرزِ عمل کے بالکل برعکس ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غیر کی حاکمیت پر راضی ہو جاتے ہیں اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا ہے[1] وہ طاغوت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

''يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ ---'' (النساء: ۶۰)

''چاہتے ہیں کہ طاغوت سے فیصلہ کرائیں''

[1] جو اپنی اطاعت پر مجبور کرے مثلاً غیر مسلم طاقت یا رسم و رواج وغیرہ، مترجم

سو محض دو ہی حَکَم ہیں جن کا تیسرا نہیں: اللہ تعالیٰ یا طاغوت۔

(قرآنی) آیات نے منافقین کی، اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بارے ان کے موقف کی تصویر کشی کی ہے:۔

”وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (النساء: ۶۱)“

”اور جب ان سے کہا گیا کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول ﷺ کی طرف تو دیکھو گے کہ منافقین آپ ﷺ سے (فیصلہ کرانے سے) روکتے ہیں۔“

سو یہاں اس شخص کے ایمان کا شدت سے انکار کیا گیا ہے جو سیدنا رسول اللہ ﷺ کو ان کی زندگی میں حکم تسلیم نہ کرے اور وفات کے بعد آپ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ نہ کرے۔۔۔اور صرف اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اس حکم سے راضی ہونے اور تسلیم کرنے کی بھی شرط عائد کی۔ سو مومن کی جبلت اور اس کے ایمان کا یہی ثمرہ ہے:۔

”ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا“ (النساء: ۶۵) ”پھر آپ ﷺ کے فیصلے کے متعلق اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور بارضا و رغبت اسے تسلیم کریں۔“

اللہ کے نازل شدہ کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرنے والے

جس نے ان سب تنبیہات سے اعراض کیا اور ان آیات سے کان بہرے کر لیے اور اپنے قوانین، نظام، رسوم و رواج، تصورات، میزان (اچھائی اور برائی کا پیمانہ) اور اپنے مفاہیم (خیالات و آراء) کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ہٹا دیا اور اس پر راضی ہو گیا کہ ان اہم ترین امور کے بارے میں علماء[*]، حکماء اور شارع کہلانے

[*] عربی میں سائنسدانوں کو بھی علماء کہتے ہیں۔ مترجم

والے مشرقی یا مغربی فلاسفر فیصلے کرتے رہیں، انہیں جو چاہے نام دے دیں۔۔۔ تو اس نے اللہ کی اس شریعت میں مخالفت کی اور بالواسطہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی مول لی اور دین سے ایسے نکل گیا جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے (اور واپس نہیں آتا)[*]۔

اور اسے دھوکہ نہ سمجھنا کیونکہ اللہ کے نازل شدہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا اس کے بارے میں کتاب اللہ نے کفر، ظلم اور فسق کا حکم دیا ہے۔ سورۃ المائدہ میں ایک ہی سیاق و سباق میں فرمایا:۔

”وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ“

(المائدہ: ۴۴)

”اور جس نے اللہ کے نازل شدہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کیا تو یہی لوگ کافر ہیں۔“

”وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ“

(المائدہ: ۴۵)

”اور جس نے اللہ کے نازل شدہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کیا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔“

”وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ“

(المائدہ: ۴۷)

[*] اسی لیے غیر اسلامی ”جمہوری نظام“ پر خوش رہنے والا اور اسے عادل نظام کہنے والا بلکہ حتیٰ کہ اسلامی نظام کو ”جمہوریت“ کہنے والا خود گمراہ ہے اور اس کا ایمان مشکوک ہے۔ حنفی فقہ کی مستند کتاب 'فتاوائے عالمگیری' کی جلد 3، باب السیر میں لکھا ہے: ”من قال لسلطان زمننا عادل فقد کفر“ ”جس نے ہمارے زمانے (یعنی قیامت تک سوا مہدی کے) کے کسی حکمران کو عادل کہا اس نے کفر کیا“۔ ان اقتدار کے لالچیوں کے حق میں اپنی رائے دینا اور ان کی ناانصافیوں میں شریک ہونا اور ان لوگوں سے خوش ہونا سخت گناہ ہے (مترجم)۔

’’اور جس نے اللہ کے نازل شدہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کیا تو یہی لوگ فاسق ہیں۔‘‘

اوران الفاظ کا قرآن کریم میں اس طرح کا استعمال اس کی دلیل ہے کہ یہ لفظ قریب المعنی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

’’وَ الْكَافِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ‘‘(البقرة:۲۵۴)

’’اور کافرلوگ ہی ظالم ہیں۔‘‘

’’وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ‘‘(النور:۵۵)

’’اور جس نے اس کے باوجود کفر کیا تو وہی لوگ فاسق ہیں۔‘‘

’’وَمَا يَجْحَدُ بِآيٰتِنَا اِلَّا الْكَافِرُوْنَ‘‘(العنكبوت:۴۷)

’’اور ہماری آیتوں کا انکار صرف کافرلوگ کرتے ہیں۔‘‘

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فسوق کو ایمان کے مقابل قرار دیا ہے۔مثلاً اپنے اس قول مبارک میں:۔

’’بِئْسَ لِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ‘‘ (الحجرات:۱۱)

’’سوایمان کے بعد بھی فسوق میں نام رکھنا کتنا برا کام ہے۔‘‘

’’أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا، لَّا يَسْتَوُوْنَ‘‘

(السجدة:۱۸)

’’کیا وہ مومن اس کے برابر ہوسکتا ہے جو فاسق ہے؟ یہ دونوں (ہرگز) برابر نہیں۔‘‘

اور جس وقت ابلیس نے حضرت آدم رضی اللہ عنہ ◆ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو فرمایا:۔

’’أَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ‘‘ (البقرة:۳۴)

یعنی کسی کا اچھا نام بگاڑنا، مثلاً حمید اللہ کو ’’مِدّو‘‘ کہنا، محمود کو ’’مُدّا‘‘ کہنا، عبدالقادر کو ’’A.Q‘‘ بولنا وغیرہ، مترجم

’’اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔‘‘

ایک اور جگہ فرمایا:

’’كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ‘‘ (الكهف:۵۰)

’’وہ جنوں میں سے تھا سواپنے رب کی نافرمانی کی۔‘‘

سو جو بھی اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ یا کافر ہے یا فاسق یا ظالم یا ان سب کا مجموعہ۔تو کیا یہ (فعل، یعنی اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرنا) کفر اکبر ہوگا کہ وہ شخص (جو ایسا کرے) ملت سے ہی نکل جائے یا کفر اصغر ہوگا کہ وہ ملت سے نہیں نکلتا؟

اس میں لوگوں اور ان کے موقف کے اختلاف سے فرق پڑتا ہے۔وہ شخص جس نے یہ سمجھتے ہوئے کہ میں اللہ کی نافرمانی کر رہا ہوں، اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلہ کیا اور اس کے امر کی مخالفت کی، تو اسے ایمان کی کمزوری اور خواہشات کی پیروی کہا جائے گا۔ایسے شخص کے توبہ اور استغفار کی امید ہے کیونکہ اس نے کفر اصغر کیا۔

اور جس نے جائز جانتے ہوئے یا اللہ کے حکم کو حقیر سمجھتے ہوئے اس کے احکام کے خلاف فیصلہ کیا تو وہ کفر اکبر میں داخل ہوگیا۔اللہ کی پناہ۔اور خصوصاً اس وقت جب وہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کا اتارا ہوا حکم جمود، پستی اور قدامت پرستی کا ایک اظہار ہے اور قانون اور شریعت کا جو راستہ لوگوں نے گڑھ لیا ہے وہ ترقی اور تقدیم کا راستہ جس کے ذریعے معاشرے کی اصلاح ہوسکتی ہے اور معیار زندگی بلند ہوسکتا ہے۔

یہاں یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو کہ فاسق اور ظالم ہی بعینہٖ کافر ہیں۔ یہ عقیدہ خوارج کا ہے اور مصنف خود ان کے بڑے مخالف ہیں۔جیسا کہ اگلے جملے سے واضح ہے کہ یہ الگ الگ صفات ہیں (مترجم)

مثلاً یہ کہ یہ حکم آج کل کے ’’جدید‘‘ دور کے شایان شان نہیں وغیرہ وغیرہ، مترجم

اگلا صفحہ دیکھیں۔

اور خالق کائنات کی آیات میں ایک ظالمانہ تحریف اور کھلم کھلا مذاق ہوگا، جسے مخلوق
کی عقل بھی سمجھ سکتی ہے کہ کہنے والا کہے "یہ آیات تو یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے
میں اتری ہیں" ۔ یہ (بات) کہنے والا جری اور گستاخ بھول گیا یا۔۔۔ جان بوجھ کر
بھلا دیا۔۔۔ کہ خواہ یہ آیات خاص سیاق وسباق میں اتری ہوں مگر عام الفاظ میں وارد
ہوئی ہیں۔ اس کے حکم میں وہ تمام افراد شامل ہیں جن کی طرف اشارہ کیا گیا کہ وہ یہ
ہیں:

"وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ"

"اور جس نے بھی اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کیا"

سو حکم کا مدار الفاظ کے عموم پر ہے نہ کہ سبب کے خصوص پر، جیسا کہ تمام ائمہ اسلام کا
متفقہ فیصلہ ہے اور یہ بھی محال ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو ظالم، فاسق اور کافر فرما

افسوس کہ عام مسلمان دن بدن اس گمراہ کن نعرے کا شکار ہو رہے ہیں۔) (یہ بہت اہم نکتہ ہے، اسے
بلکا مت جانئے، یعنی گناہ کرنا ایک گناہ ہے اور اس پر اصرار کرنا کہ میں نے صحیح کیا ہے اس سے بڑا دوسرا
گناہ ہے۔ اس آدمی کے توبہ اور اصلاح کی کافی امید ہے جو گناہ گار ہو اور اپنے آپ کو گناہ گار سمجھتا ہو، لیکن
بعض لوگوں کو ضد اور شیطانی ہوس نے ایسا جکڑا ہوا ہے کہ جو بھی گناہ خود کرتے ہوں اسے ہلکا سمجھنے لگتے
ہیں بلکہ اس کے گناہ ہونے کا انکار کرنے سے بھی نہیں شرماتے۔ مثلاً ایک آدمی کو بدقسمتی سے موسیقی پسند
ہے اور اسے سنتا ہے، یہ ایک گناہ ہے، لیکن مثلاً کوئی دوسرا آدمی اسے سمجھائے تو بجائے شرمندہ یا کم از کم
خاموش ہونے کے اسے جواب دینا شروع کر دے کہ تمہارا کیا مطلب؟ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، یا کہے:
تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ میں تو اسے جائز سمجھتا ہوں۔ حالانکہ اسے معلوم ہے کہ تمام امت موسیقی کے
مطلقاً حرام ہونے پر متفق ہے۔ یا مثلاً اسی طرح بعض لوگ عبادات خصوصاً نماز اور بعض سنتوں مثلاً داڑھی
کی اہمیت گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں، حتیٰ کہ معاذ اللہ ان کی توہین پر اُتر آتے ہیں۔ اس بارے میں علماء
کا موقف نہایت نازک ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی نے یہ کہہ دیا مثلاً نماز روزے میں کیا رکھا ہے، اصل اہمیت
حقوق العباد کی ہے سائیں! نعوذ باللہ تو یہ جملہ تمام علماء کے نزدیک کفر ہے، جا کر کسی بھی عالم سے پوچھ
لیں۔ اسی طرح داڑھی کو سنت جانتے ہوئے اس کا مذاق اُڑانا، یا کسی اور سنت کو حقیر سمجھنا مثلاً گدھے کی
سواری کرنا، لنگی پہننا، کنویں سے پانی نکالنا، لوٹے میں وضوء کرنا، میدان میں قضائے حاجت کرنا وغیرہ
ہے۔ اس معاملے میں نہایت نہایت احتیاط چاہئے۔ ایک جملہ ساری زندگی کے اعمال تباہ کر سکتا ہے۔

دیکھیں اگلا صفحہ۔

کر جھٹلائے کیونکہ انہوں نے اللہ کی نازل کردہ کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور ان کے
مطابق فیصلہ نہ کیا۔ اور پھر مسلمانوں کے لیے جو دراصل آخری نبی m کی
"الکتاب" کے "اہل کتاب" ہیں، یہ جائز قرار دے کہ کتاب اللہ کو چھوڑ دیں اور
اس کے سوا دوسرا قانون اور دستور بنا لیں!

اگر یہ آیات اہل کتاب کے ساتھ کلام کے سیاق وسباق تک ہی محدود ہوں تو پھر ان
آیات کا فائدہ بھی کیا رہ جائے گا، سوا اس کے مسلمانوں کو بھی ان جیسے کام کرنے سے
ڈرانا مقصود ہو۔ کہ اگر وہ بھی اپنے رب کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو انہی
کی طرح جھڑ کے جائیں گے اور ان پر اللہ کا عذاب اور غصہ حلال ہو جائے گا:۔

"وَ مَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی" (طه: ۸۱)

"اور جس پر میرا غصہ حلال ہو گیا تو وہ تباہ ہو کر رہ گیا"

اگر لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ اللہ کی کتاب کو نظر انداز کر دیں اور اس کے رسول
m کی نافرمانی کریں تو آخر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے اپنی کتابیں اتاریں ہی
کیوں اور ان میں رسول بھی بھیجے؟ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:۔

"اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرَاكَ اللّٰهُ" (النساء: ۱۰۵)

"بے شک ہم نے آپ m پر الکتاب حق کے ساتھ اتاری تا کہ جو کچھ اللہ آپ
m کو دکھائے اس کے مطابق لوگوں میں فیصلے کریں"

"وَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ" (النساء: ٦٤)

پچھلا صفحہ: اگر اس اوپر والے عجیب اصول کو تسلیم کر لیا جائے تو جہنم صرف چودہ سو سال پرانے کافروں کے
لئے رہ جاتی ہے کیونکہ آیتیں اس وقت اتریں (مترجم))

دیکھیں فتوی: "الحکم بما أنزل الله"، میری کتاب "فتاوی معاصرة" کے دوسرے حصے
(ص 714-697)، مطبوعہ دار الوفاء (مصنف)

”اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔“

اوران سابقہ آیات کے ذکر کے بعد ایک اور جگہ فرمایا:۔

”وَ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ“ (المائدہ:٤٨)

”اور ہم نے آپ ﷺ پر کتاب اتاری حق کے ساتھ جو کہ پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اوران پر نگران ہے توان کے درمیان اللہ کے نازل شدہ احکام کے مطابق فیصلہ فرمائیں اوراپنے پاس وارد شدہ حق کے خلاف ان کی خواہشات کی پیروی مت کیجئے۔“

پھر اگلی آیت میں فرمایا:۔

”وَ أَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ أَنْ يَّفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ ۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُّصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ۔ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَ مَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوقِنُونَ“ (المائدہ:٥٠-٤٩)

”اور یہ کہ ان کے درمیان اللہ کے نازل شدہ احکام کے مطابق فیصلہ کریں اوران کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اوران سے ڈریں کہ اللہ کے نازل کردہ میں سے بعض سے آپ ﷺ کو بھٹکا دیں۔ تو اگر وہ پھر جائیں تو جان لیں کہ اللہ ارادہ رکھتا ہے کہ

انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے اور بے شک لوگوں میں سے بہت سے ضرور فاسق ہوا کرتے ہیں ۔کیا یہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں؟ حالانکہ یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ کے حکم سے بہتر کون سا حکم ہوگا؟“

سو یہاں دو ہی قسم کے حکم ہیں جن کے ساتھ کوئی تیسرا نہیں: اسلام یا جاہلیت، اور دو ہی حکم ہیں جن کا کوئی تیسرا نہیں: اللہ تعالیٰ یا طاغوت۔ سو امراء اور عام لوگوں کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں پسند کرلیں۔

(یہ انداز صرف اللہ اوراس کے محبوب ﷺ کے درمیان جائز ہے۔ سو قرآن کی قرأت کے سوا ہمیں ایسا کہنا جائز نہیں۔ قرآن کریم میں ایسی اور بھی آیات ہیں جنہیں عادی قرأت کے علاوہ تکیہ کلام نہ بنانا چاہئے، ہم کیا اور ہماری حیثیت کیا! ادب لازمی ہے۔ (مترجم))

(یعنی پچھلے گناہوں کی وجہ سے دل سیاہ ہو چکا، اس کی سزا یہ ہے کہ اب ہدایت نہیں مل سکتی، مزید گناہ کئے چلے جائیں گے۔ (مترجم))۔

(بلکہ اکثر ہمیشہ فاسق اور کافر ہوا کرتے ہیں، مسلمان اور اہل حق ہمیشہ تھوڑے ہی ہوا کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں بیس مرتبہ: ”أکثر الناس“ یعنی لوگوں کی اکثریت کی مذمت آئی ہے۔ یہی آیات جمہوریت کی جڑ کاٹنے کو کافی ہیں۔)

(جاہلیت میں مغربی اداروں کی سند کی بناء پر فخر کرنا اور موسیقی، بنکاری وغیرہ میں Ph.D کرنا بھی شامل ہے۔ ایک امی متقی انسان اس سے زیادہ پڑھا لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ“ (الفاطر: 28) ”اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں“۔ لہذا اسلامی احکامات کی حکمتوں کو نہ سمجھنے والا سائنس دان یا ڈاکٹر (Ph.D) سب سے بڑا جاہل ہے اور اللہ سے ڈرنے والا دیہاتی عالم ہے۔ اس علم سے اللہ کی پناہ جس سے تقویٰ پیدا نہ ہو۔ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک، نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا: "اللهم انی أعوذ بك من قلب لا يخشع ودعاء لا يسمع ومن نفس لا تشبع ومن علم لا ينفع (الترمذي: باب قول النبي ﷺ اللهم انی أعوذ بك من قلب لا يخشع ۔ كتاب الدعوات: الرقم ٣٨١٩)“ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اس دل سے جو خوف نہ کھائے و اس دعا سے جو نہ سنی جائے اوراس نفس سے جو سیر نہ ہو اوراس علم سے جو فائدہ نہ دے۔“ (مترجم)

تو جہاں تک ایمان والوں کا تعلق ہے انہیں اپنے بارے میں کچھ اختیار نہیں۔ وہ صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ساتھ ہیں، وہ اسلام کے مخلص ہیں۔۔۔۔ وہ طاغوت اور جاہلیت کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔ 📄
ان کی نشانی تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلائے جائیں کہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو محض یہ کہتے ہیں "سمعنا وأطعنا" (ہم نے سنا اور اطاعت کی)۔

جہاں تک کفار کا تعلق ہے وہ ہمیشہ سے طاغوت کے راستے پر ہیں اور ہمیشہ جاہلیت کے اندھیرے میں متردد رہتے ہیں:۔

"وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِنَ النُّوْرِ إِلَى الظُّلُمَاتِ۔ أُوْلٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ" (البقرة: ۲۵۷)

"اور جنہوں نے کفر کیا ان کے دوست طاغوت ہیں اور جو انہیں روشنی سے اندھیرے کی طرف نکال لاتے ہیں۔ یہی لوگ آگ والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

🗁 فائدہ: یہ صلح کلی پر ایک کاری ضرب ہے، مترجم)
📄 (خواہ زبان سے ہو یا قلم سے)

دو قابل ذکر باتیں

یہاں دو امور قابل ذکر ہیں جن پر تنبیہ کی جاتی ہے۔

اولاً:
یہ کہ اللہ کا نازل شدہ ہر حکم فرض ہے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا فرض ہے اور کوئی مسلمان اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ اور اس تعبیر کے عین مطابق ہے جو "الحاكمية لله عزوجل" کی ہمارے زمانے میں مشہور ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قانونی اقتدار اعلیٰ کا حق (صرف اللہ کا ہے) جس کے ذریعے وہ حکم دیتا ہے، منع کرتا ہے، حلال کرتا ہے اور حرام قرار دیتا ہے۔ وہ واحد ہے جو لوگوں پر شخصی و اجتماعی فرائض عائد کر سکتا ہے۔
بعض لوگوں کو یہ وہم ہے کہ یہ نقطۂ نظر پاکستان کے مودودی 🗁 یا مصر کے سید قطب والا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سوچ "أصول الفقه" کے علم سے ماخوذ ہے جو کہ ایک اسلامی علم ہے۔ اور اصولی (علم اصول پڑھنے والا) اس کا ذکر علم اصول کے اوائل میں ہی "الحكم" کی بحث میں ذکر کرتے ہیں نیز "الحاكم من هو؟" "حاکم کون؟" کے موضوع میں بھی اس پر بات ہوتی ہے۔ اور اس پر سب علماء متفق ہیں کہ حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے، یعنی جسے اپنی مخلوق کو حکم دینے کا مطلق حق حاصل ہے۔ (جو چاہے حکم دے) حتیٰ کہ اس تصور کی معتزلہ بھی مخالفت نہیں کرتے۔ جیسا کہ کتاب "مسلم الثبوت" کے شارح نے وضاحت کی ہے جو کہ علم اصول کی مشہور کتابوں میں سے ہے 📄۔

🗁 مودودی پیدا ہند میں ہوا، لکھا پاکستان میں اور مرا امریکہ میں اور دفنایا گیا سعودیہ میں حکومت کی طرف سے۔ مشہور یہی ہے کہ مودودی پاکستانی تھا لیکن ایسا نہیں ہے۔)
📄 مثال کے طور پر دیکھیں "المستصفى فى علم الأصول" الغزالي، البحث: "الحاكم (83/1)" اور "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت (25/1)" مصنف)

ثانیاً:

یہ کہ حاکمیتِ الٰہی (کا تصور) یا اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم، انسان کے کردار کو لغو نہیں کر دیتا۔ یہ انسان ہی تو ہے جو اپنے لیے نازل کردہ نصوص کو سمجھتا ہے ان سے استنباط کرتا ہے اور جس معاملے میں نص نہ ہو تو اس کی کمی کو پورا کرتا ہے۔ جسے ہم "منطقة العفو" (اجازت و معافی کا علاقہ) کا نام دیتے ہیں، اور یہ بہت بڑا میدان ہے جسے شارع نے قصداً چھوڑ دیا ہے نہ کہ بھولے سے۔[1] سو یہیں ایک مسلمان کی عقل سیر کرتی اور کوشش اور محنت کرتی ہے اور نصوص اور اصول کی روشنی میں اجتہاد کرتی ہے۔

اسلام عقیدے پر معاشرے کے قیام کا معنیٰ

یہی وہ عقیدہ ہے جس پر ایک مسلم معاشرے کی بنیاد ہوتی ہے: عقیدہ "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ"۔ عقیدہ اسلام پر معاشرے کے قیام کا معنیٰ یہ ہے کہ معاشرہ اس عقیدے کے احترام و تقدیس پر قائم ہوتا ہے اور لوگوں کے ذہن و قلب میں اس عقیدے کی جڑ مضبوط کرنے کی سعی کرتا ہے۔ اور مسلمان بچوں کی تربیت اس پر کرتا ہے نیز اس سے مفتریوں کے الزاماتِ باطلہ اور گمراہوں کے شبہات دور کرتا ہے۔ ہر کسی کی نجی و اجتماعی زندگی، دونوں میں اس کے فضائل و آثار کو جلاء بخشتا ہے۔ ان ذرائع کا استعمال اس سمت میں کرتا ہے جو کہ معاشرے کے اجتماعی اخلاق کو اثر انداز کرتے ہیں[2]۔

[1] اس ضمن میں دیکھیں ہمارا رسالہ "عوامل السعة والصرونة في الشريعة الاسلامية" :العامل الأول، اور ہماری کتاب "مدخل لدراسته الشريعة الاسلامية" (ص:252)، طبع، مكتبة وهبة، القاهرة۔ مصنف)

[2] (جنہیں انگریزی اصطلاح میں "Propaganda" اور "Mass control" کہتے ہیں (مترجم)

مثلاً مساجد، مدارس، صحافت، اذاعہ[1]، دور نشان[2]، مسرح[3] اور ادب کے تمام فنون و صیغہ جات، جیسے شعر، نثر، قصہ گوئی اور تمثیل وغیرہ۔

اسلامی عقیدے پر مسلم معاشرے کے قیام کا معنیٰ یہ نہیں کہ غیر مسلموں کو ان کا عقیدہ چھوڑنے پر مجبور کیا جائے، ہرگز نہیں۔ یہ بات نہ کبھی کسی مسلمان کے ذہن میں آئی اور نہ کبھی آ سکتی ہے کیونکہ قرآن کریم نے صریح عبارت سے یہ اعلان کر کے قدیم زمانے میں ہی یہ مسئلہ ختم کر دیا:۔

"لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" (البقرة:۲۵۶)

"دین میں کوئی جبر نہیں کیونکہ حق اور باطل واضح ہو چکے ہیں۔"[4]

اور تاریخ نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اپنے عروج کے دور میں بھی اسلامی معاشرہ اپنے اعتقادی مخالفین کے ساتھ تمام معاشروں سے زیادہ روادار تھا۔ اس حقیقت پر خود غیر مسلم گواہ ہیں۔

اسلامی عقیدہ پر معاشرے کے قیام کا مطلب یہ ہے کہ وہ معاشرہ (جنگل کے قانون کی طرح) بے لگام نہیں ہوگا، بلکہ اس کی کچھ ذمہ داریاں ہوں گی۔ وہ اسلامی عقیدہ کو اپنے اوپر لازم کرے گا، مادی یا ملحد معاشرہ نہ ہوگا، نہ ہی بت پرستوں، عیسائیوں یا یہودیوں کا معاشرہ ہوگا، نہ سرمایہ دارانہ معاشرہ ہوگا، نہ اشتراکی، مارکسی معاشرہ ہوگا۔

یہ معاشرہ محض عقیدہ اسلام میں یقین رکھنے والا ہوگا، عقیدہ توحید میں۔ اور عقیدہ توحید ہمیشہ غالب و سربلند ہوتا ہے نہ کہ مغلوب۔ اور اسی لیے عقیدہ اسلام یہ قبول نہیں

[1] (Radio کی عربی)

[2] (T.V کی فارسی)

[3] (Cinema کی عربی)

[4] لہٰذا جسے حق کی تلاش ہو اسلام کا دین حق ہونا اس پر واضح ہو جائے گا۔ ہمیں جبر کر کے منافق پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ غیر مسلم اعتقادی منافق سے بہتر ہے (مترجم)۔

کرتا کہ اسے کنارے پر دھکیل کر ثانوی حیثیت دے دی جائے۔ ایک اور عقیدہ اس کا ہمسر و ہم رقیب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اور انسان کے تعلق، کائنات اور زندگی کے نظام کے بارے میں لوگوں کی سوچ کو بدلنا شروع کر دے۔

تو وہ معاشرہ ہرگز مسلم معاشرہ نہیں ہوسکتا جو اسم ''اللہ'' کی توجیہ کر کے اس کی جگہ ''فطرت'' کو دے دے، سو تمام نہریں فطرت کا عطیہ ہوں، تمام جنگلات قدرت کا تحفہ ہوں، اور یہ قدرت و فطرت ہی ہو جس نے ہر چیز اگائی، اس کی نشوونما کی، وغیرہ۔ اور وہ اللہ تو نہیں جو ہر چیز کا خالق ہو، ہر چیز کا رب ہو اور ہر امر کی تدبیر کرے!! (نعوذ باللہ)☜

الوہیت اور کائنات کے ساتھ اس کے تعلق کا مغربی تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ہر چیز بنائی اور پھر اسے چھوڑ دیا، سو کائنات پر اس کی نگرانی نہیں ہے، نہ اس کا مکمل علم ہے اور نہ ہی اس میں کوئی تدبیر۔۔۔ (نعوذ باللہ)۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصور قدیم یونانی فلسفے کے تصور خدا سے اخذ کیا گیا ہے، خصوصاً ارسطو جو کہ خدا کو اس کی ذات کے علاوہ کچھ نہیں سمجھتا۔۔۔ جہاں تک کائنات کا تعلق ہے تو وہ اس میں کوئی تدبیر نہیں کرتا اور نہ ہی اس میں کوئی اچھائی یا برائی جانتا ہے۔ اور اس سے بھی عجیب افلاطون (Plato) کا فلسفہ ہے جو کہ سمجھتا ہے کہ خدا اپنی ذات کا بھی مالک نہیں ہے!!! (نعوذ باللہ)

جہاں تک خدا کے اسلامی تصور کا تعلق ہے تو وہ درج ذیل آیات اور مثالیں اس کی وضاحت کرتی ہیں:۔

☜ (ہمارے سر ''سید'' احمد خان بھی اسی قوت کو ''نیچر'' کہنا فخر سمجھتے تھے۔ ہر چیز کو ''نیچر کا قائدہ''، ''نیچر کا شاہکار'' قرار دیتے، خود کو ''نیچری'' کہنا فخر سمجھتے۔ ایسا شخص کبھی مخلص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ ایسی بات جو بھی کرے غلط ہے۔ خواہ اس کے نام میں ''سید'' آتا ہو (مترجم)۔

''سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ، يُحْيِي وَ يُمِيتُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ هُوَ الْأَوَّلُ وَ الْآخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۔ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيهَا، وَ هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۔ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ إِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ۔ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ، وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ'' (الحدید: ۲-۱)

''جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ہے جس نے زمین و آسمان چھے دنوں میں بنائے اور پھر عرش پر استواء فرمایا۔ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے۔ اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ اور تم جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے اور جو بھی کرتے ہو اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ زمین و آسمان کی بادشاہی اسی کی ہے اور تمام امور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔''

اور مسلم معاشرہ وہ ہرگز نہیں جو ''ایمان کے مفہوم'' کو تنگ کر کے محض اللہ تعالیٰ اور دارالآخرت پر اعتقاد تک محدود کر دے تاکہ اس میں وجودیت، قومیت یا وطن پرستی کی جگہ بن جائے یا اس کے علاوہ دوسرے بتوں کی جن کی لوگ یہاں، وہاں، اِدھر اُدھر عبادت کرتے نظر آتے ہیں، خواہ انہیں ''الٰہی'' کا نام نہ دیا جائے مگر اللہ کے علاوہ

یا اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ (یعنی اس کا ہر حکم مانتے ہیں) 🗀۔

اور مسلم معاشرہ وہ نہیں جس میں اسمِ اقدس محمد ﷺ چھپایا جائے کیونکہ آپ ﷺ ''معصوم'' ہیں اور ہر حالت میں واجب اطاعت اور کامل نمونہ ہیں 🗎۔ نتیجۃً مارکس، لینن اور ماؤ وغیرہ مشرق ومغرب کے ''مفکرین'' کے نام بلند ہو جائیں۔ (لوگ ان کا نام لیتے ہوئے خود کو عقل مند جانیں اور سائنس کے دباؤ اور بے عزتی کے ڈر سے غیر مسلموں کے سامنے اسلامی عقائد کا ذکر نہ کر سکیں)۔

اور مسلم معاشرہ وہ بھی نہیں جس میں اللہ کی کتاب ''قرآن'' کو ہدایت اور حکم کے مصدر اور قانون کے طور پر ترک کر دیا جائے (اور ایک ''دینی'' کتاب کے بجائے ایک رسمی ''مذہبی'' کتاب بنا لیا جائے)۔ نتیجۃً دوسری کتابیں اولیت حاصل کر جائیں، انہیں تقدس حاصل ہو جائے 🗏، ان سے فکر، قانون اور آداب وسلوک کے طریقے سیکھے جائیں، ادبی واخلاقی معیار اور تماثیل وعبرتیں حاصل کی جائیں۔

اور مسلم معاشرہ وہ نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کو گالی دی جائے اور اسکے انبیاء اور کتابوں

🗀 آج کل خصوصاً وطن پرستی کی لعنت بہت بڑھتی جا رہی ہے۔ بے تکی دلیلوں کی بنیاد پر ''ملک کی محبت'' کو ایمان کا جز وقرار دیا جاتا ہے۔ اسے ثواب سمجھا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ نہ صرف باطل ہے بلکہ گناہِ کبیرہ اور کفر تک لے جا سکتا ہے۔ اسی لیے اسرائیل اور بھارت جیسے ممالک میں بھی مسلمان فوج میں شریک ہو کر اپنے بھائیوں کے خلاف مارے جاتے ہیں اور ''شہید'' کہلاتے ہیں۔ ملک سے محبت صرف اسلام کی وجہ سے ہونی چاہیے۔ مثلاً پاکستان، بنگلہ دیش، لیبیا جیسے تمام ممالک سے ان کے اسلامی کردار کی وجہ سے ہمیں محبت ہونی چاہیے۔ لیکن خاص ''ملک کی محبت'' کچھ اصل نہیں رکھتی۔ جو دلوں میں ٹھونس دیا جائے اسی علاقے کو وطن کا نام دیا جاتا ہے۔ سرحدیں بڑھ گئیں یا کم ہو گئیں تو ''محبت'' والی جگہ میں بھی کمی آ گئی۔ محب الوطنوں کی عقل کے کیا کہنے!۔ (مترجم)

🗎 اور لوگ اسے ''غیر عقلی'' اور ''غیر فطری'' سمجھتے ہیں! أستغفر الله! (مترجم)

🗏 جیسے غیر اسلامی قوانین، یا مغربی دنیا کا "Human Rights Declaration, United Nations 1948" یا ہٹلر کی ''Mein Kamph'' یا مارکس کی ''Das kapital'' وغیرہ)

پر سب وشتم کیا جائے اور لوگ اس کھلم کھلا کفر پر خاموش رہیں۔ نہ ہی کسی مرتد کافر کو اخلاقی دائرے میں لا سکیں، نہ ہی کسی زندیق اور فاجر کو جھڑک سکیں۔۔۔ حتیٰ کہ ایک گمراہ اور جھوٹا مُلحد ایک اخبار میں 🗀 اعلانیہ گستاخی کرتے ہوئے لکھے: ''ایک جدید عربی انسان وہ ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ (یعنی خدا) اور ادیان وغیرہ تاریخ کے عجائب گھر میں پڑے گلتے ہوئے کھلونے ہیں''!!! 🗎

اور وہ معاشرہ بھی مسلم معاشرہ نہیں جو کسی دوسرے عقیدے کو یہ اجازت دے دے کہ وہ اسلامی عقیدے کی مزاحمت کرے یا اس کا رقیب ومقابل ہوں۔ مثلاً اشتراکی عقیدہ یا اس طرح کے دوسرے ''نظریات'' جو بین الاقوامی انقلابی نظریے کہلاتے ہیں۔ اور یہ سخت غلطی ہے کہ کوئی شخص گمان کرے کہ یہ عقیدہ تو اسلامی عقیدے کے مخالف نہیں ہے۔ یہ تو محض ایک اقتصادی، سیاسی یا اجتماعی زندگی سے متعلق ایک ''نظریہ'' ہے اور ''مذہب'' نہیں ہے جو (مغربی نگاہ میں) ذاتی معاملہ ہوا کرتا ہے۔ اور زندگی کے مسائل ومعاملات اور تعلقات کی تنظیم وتنسیق میں ان سے ایک مخصوص اُسلوب اخذ کر لے اور سوچے کہ اس میں تو کوئی 'دینی' پہلو نہیں ہے ہی نہیں، چہ جا کہ اسے ''عقیدہ'' کا نام دیا جائے!

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریات ان کے ماننے والوں کی نظر میں مکمل فلسفہ حیات اور کامل عقیدہ ہیں جو اسلامی عقیدے کے رقیب کی حیثیت سے اس کی مخالفت کرتے ہیں اور دنیا، تاریخ، حیات، انسان اور خدا کے بارے میں ایک خاص فکر پر مشتمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مصنفین نے ان پر اور ان کی طرح کے دوسرے فکریات پر

🗀 نعوذ باللہ، یعنی ایک دہریہ ہی ''جدید'' ہو سکتا ہے! اسلامی عقائد معاذ اللہ پرانے کھلونے ہیں۔)

🗎 اصل لفظ ''صحيفة'' ہے بمعنی اخبار، عموماً لیکن اس سے مراد رسالہ بھی ہو سکتا ہے، مصنف نے تشریح نہیں کی {مترجم}

’’وحی کے بغیر دین‘‘ (أديان بغير وحی) کی اصطلاح کا اطلاق کیا ہے۔

اور مسلم معاشرے وہ بھی نہیں جو اسلامی عقیدہ کو ’’حاشیہ‘‘ تک محدود کر دے اور عمومی طور پر اس میں سے تعلیم و تربیت کے آلات، ثقافت و فکر کے انداز، درس و ارشاد کے اطوار اور تذکیر و تاثیر کے آلات اخذ نہ کرے، الا چند غیر اہم چھوٹے اور مخصوص حصوں اور ٹکڑوں کے۔ سو یہ عقیدہ اس معاشرے میں نہ ہی محرک اول ہو، نہ توانائی دلانے والی قوت ہو، اور نہ ہی افراد، خاندان اور جماعت کی زندگیوں پر گہرا اثر ڈالے۔ یہ محض ایک ثانوی سی چیز ہو جس کے لئے اگر کچھ جگہ بچ جائے تو دفتر کے نیچے آخری کونے میں رکھ دی جائے۔ (اور اگر جگہ نہ ہو تو غائب!!!)

اس پہلے اسلامی معاشرے میں جسے آقائے دو جہاں رسول اللہ ﷺ نے قائم کیا تھا اور اس کے وارث آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہوئے اور جنہوں نے ان کی پیروی کی اچھے طریقے سے، اس معاشرے میں عقیدہ اسلام ہی محرک اول، توانائی دلانے والی اور جذبہ دلانے والا سبب تھا۔ اگر واحد نہیں تو تمام لوگوں کی زندگی کا اولین مقصد ضرور تھا۔

عقیدہ ہی تصور و فکر کا منبع، باہمی تعلقات و معاملات کی اساس اور حکم و قانون کا مصدر تھا۔ یہی تحریک و عمل کا محرک تھا۔۔۔ فضائل و اخلاق کا سرچشمہ تھا۔۔۔ اور میدانِ جہاد و شہادت نیز ایثار و سخاوت کے اوراق پر بڑے بڑے نام پیدا کرنے والا یہی عقیدہ تھا۔

عقیدہ ایسا ہی ہوا کرتا تھا اور پہلے اسلامی معاشرے میں اس کا اثر بھی ایسا ہی تھا۔۔۔ اور آج بھی ہونا چاہیے۔ اور کسی بھی معاشرے میں جو آج یا کل مسلم معاشرہ بننا چاہے یا اس کے ایسا بننے کی خواہش کی جائے تو اس میں اس عقیدہ کی تاثیر اسی

(دیکھیں میری کتاب ’’من أجل صحوة راشدة‘‘ مصنف)

طرح ہونی چاہیے۔

بے شک عقیدہ اسلام اپنے مکمل ارکان و خصائص کے ساتھ وہ مضبوط اساس یا بنیاد ہے جس کی عمارت (معاشرہ) بہت پائیدار ہوتی ہے۔ اور جس معاشرے کی بنیاد کسی عقیدے کے بغیر ہو تو ریت کی بنیاد کی طرح ہے جو جلد ہی گر پڑے گی۔

اور بدترین صورت یہ ہے کہ جو معاشرہ اسلام سے منسوب ہو اس کی بنیاد کے لئے اسلام کے عقیدے کے سوا کوئی دوسرا عقیدہ پسند کیا جائے۔۔۔ خواہ اس پر جھوٹ سے ’’اسلام‘‘ کا نام چسپاں کر دیا جائے۔ یہ بنیاد کے تشکیلی مواد کو تو ضرور چھپا دے گا لیکن اس عمل کی وجہ سے جلد ہی بنیاد پوری کی پوری گر پڑے گی۔

’’أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ، وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ‘‘ (التوبة:۱۰۹)

’’سو جس نے اپنی (عمارت کی) بنیاد تقویٰ باللہ پر رکھی اور اس کی رضا پر، بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے پر رکھی جو گرنے والا تھا سو وہ بھی اس عمارت کے ساتھ ہی جہنم میں گر گیا؟ اور بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

اور ہم نے اشتراکی معاشرے کو اس کے عین عروج اور ترقی و قوت کے دنوں میں دیکھا ہے جو مارکسی عقیدے اور اس کے مادی فلسفے کو عملی شکل دیتا ہے اور اسے ایسے دستور میں ضم کرتا ہے جو اعلان کرتا ہے: ’’کوئی معبود موجود نہیں اور زندگی صرف یہی مادی ہے۔‘‘ (نعوذ باللہ) اور پھر اس اصول کو اپنے تمام دساتیر و قوانین، تعلیم و تربیت،

یہ بات تمام باطل مذاہب پر صادق آتی ہے مثلاً اباضی، معتزلہ، داعش وغیرہ خواہ بظاہر ’’مسلمان ممالک‘‘ کہلاتے ہوں۔ مترجم

یوسف قرضاوی صاحب نے جو 1926 میں پیدا ہوئے۔

ثقافت وصحافت اوراپنے پورے نظام کی بنیادوں میں اور سیاست پر لاگو کردیتا ہے۔ اور تمام عقائدی معاشروں کی بھی عادت ہوا کرتی ہے۔(کہ اپنا عقیدہ پھیلاتے ہیں اوراس پر عمل کراتے ہیں۔)

لہذا اگر اسلامی معاشرہ اپنے عقیدہ وایمان، یعنی کائنات ،انسان، زندگی، رب کائنات ،باریٔ انسان اورزندہ کرنے والے(اللہ تعالی) کے بارے میں اپنے عقائد و فکر کا آئینہ دار ہوتو اس میں کیا برائی ہے؟لہذا دھوکہ مت کھاؤ!!!

اسلامی معاشرہ اور ارتداد کا مقابلہ

یہ سب سے بڑا خطرہ ہے جس کا اسلامی معاشرے کو سامنا پڑ سکتا ہے، جو اس کے اخلاقی ومعنوی وجود کو ہی خطرہ میں ڈال دیتا ہے، یعنی اس کے عقیدے کی مخالفت کرتا ہے۔اس لئے دین سے ارتداد، یعنی اسلام کے بعد کفر اسلامی معاشرے کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے اوراس کے دشمنوں کی چال ہے جس کے ذریعے سے وہ قوت، ہتھیار، مکروسازش اور حیلے، ہتھکنڈے سے مسلمانوں کے بیٹوں کو ان کے دین سے پھیرنا چاہتے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:۔

"وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا " (البقرۃ:217)

"اور یہ (کافر) تم سے لڑتے رہیں گے کہ جب تک تمہیں تمہارے دین سے نہ پھیر لیں اگر طاقت رکھتے تو۔"

اور ہمارے زمانے میں ویسے بھی اسلامی معاشرہ سخت جنگوں اور خوفناک حملوں کا شکار ہوکر رہ گیا ہے جس کا مقصد اس کی جڑ کو اکھاڑ پھینکنا ہے، جو اسلامی ممالک میں عیسائیت کی اشاعت کی مہمات اور منصوبوں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے اور عالمِ

اسلام میں ابھرتا ہی چلا جائے گا۔(مثلاً اس وقت(2017)میں ایران میں عیسائیت سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔مترجم)اور خصوصاً ان کے مستعمرات[1] میں [2] اوران ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں [3] اس کا اہم مقصد مسلمانوں کی تمام دنیا میں وسیع پیمانے پر تعمیر (عیسائی بنانا) کرنا ہے، جیسا کہ 1978 کو یہاں ہونے والے "کلوراڈو اجلاس" میں واضح طور پر یہ بات سامنے آئی۔

اس مقصد کے لئے اس مجلس نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق چالیس بیان[4] جاری کئے ہیں۔ان میں مسلمانوں میں نصرانیت پھیلانے کا منصوبہ بھی شامل ہے۔اس مقصد کے لئے اسے ایک ارب ڈالر [5] بھی حاصل ہوئے ہیں اوراس کے لئے "زوطیر" نامی ادارہ [6] کھولا گیا ہے جس میں مسلمانوں کو عیسائی کرنے کے ماہرین تیار ہوکر نکلیں گے۔

یہی حقیقت اس اشتراکی جنگ میں بھی[7] واضح طور پر سامنے آرہی ہے جو یورپ اور ایشیاء کے تمام اسلامی ممالک کو گھیرتی چلی جارہی ہے، اسلام کا خاتمہ کرکے اس کو آخر کار موت سلانے اور ایسی نسل تیار کرنے کے منصوبوں میں جو اسلام کے بارے

[1] (Colonies)۔
[2] مثلاً عراق اور سعودی عرب جیسے ممالک جو امریکا کے مکمل وفادار اور محتاج ہیں۔
[3] مثلاً فرانس کے اور امریکا کے مسلمان جو درجنوں لاکھ ہیں۔
[4] reports
[5] عربی لفظ ہزار ملین ہے۔
[6] Academy
[7] ۱۹۹۸ء کی تاریخ واضح رہے۔

میں نہ زیادہ جانتے ہیں نہ کم۔

اور تیسرا اہم ترین مسئلہ لادینی یا ملحد جنگ ہے جو کہ ایک خاص مقصد کے ساتھ دنیائے اسلام کے قلب میں جاری ہے، کبھی اعلانیہ اور کبھی چھپ کر، اسلام کی حقیقی صورت کے خلاف سرگرمِ عمل ہے اور بگڑے ہوئے اسلام کا خیر مقدم کرتی ہے (مثلاً ان کا جو تراویح کو باطل، داڑھی شریف کو رسم، عمامہ کو فخر کی علامت بتاتے ہیں اور مرتد کی سزا کو کالعدم قرار دیتے ہیں وغیرہ۔ مترجم) شاید یہ جنگ ان اقسام میں سے سب سے زیادہ گھناؤنی اور خطرناک ہے۔

اور اپنی بقاء کی حفاظت کے لئے اسلامی معاشرے پر واجب ہے کہ ارتداد کا مقابلہ کرے، خواہ وہ کسی بھی مصدر سے سامنے آئے یا کسی بھی صورت میں ظاہر ہو۔ اور اس کو بالکل ڈھیل نہ دی جائے کہ یہ اس طرح پھیل جائے اور منتشر ہو جائے جس طرح آگ بھوسے میں پھیل جاتی ہے۔

اور یہی وہ کام جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مرتدین کے خلاف لڑتے ہوئے کیا، جنہوں نے جھوٹے نبیوں مسیلمہ، سجاح، اسدی، عنسی اور دیگر کی پیروی کی تھی اور قریب تھے کہ اسلام کے شباب میں ہی اس کا کام تمام کر دیتے۔

اس کا سب سے بڑا ذریعہ مغربی تعلیم کو لازمی کرنا ہے۔ اس کا مقصد، ہند میں اس نظام کے بانی کی زبانی ملاحظہ ہو۔ لارڈ میکالے کی سفارشات کا یہ اعلانیہ جو 7 مارچ 1835 کو منظور کیا گیا: ''ہمیں ایسی نسل تیار کرنا چاہیے جو دیسی آبادیوں کے لیے ہمارے افکار و نظریات کی ترجمان ہو اور جو رنگ و نسل کے اعتبار سے بلاشبہ ہندوستان کا باشندہ ہو لیکن فکر و نظریات اور سیرت و کردار و عادات و اخلاق کے اعتبار سے خالص انگریز ہو۔'' (مغرب پر اقبال کی تنقید، ص 101، نظام تعلیم، ص 88، بحوالہ ''سر سید احمد خان کا اصلی روپ: ص ۳۲، مفتی راشد محمود رضوی رحمہ اللہ) مترجم۔

اسدی سے مراد بنو اسد کا خویلد ہے جو بنو اسد سے تھا اور عنسی سے مراد اسود عنسی ہے جو یمن کا ایک سردار تھا۔ مترجم۔

اور سب سے خطرناک صورتحال تو یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کو بغاوتی مرتدین کا سامنا ہو اور وہ اس کے اطراف میں پھیلتے جا رہے ہوں اور ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ ہو۔ اس حالت کو جو اس معاشرے میں ارتداد کی صورت میں پھیلتی جا رہی ہے، ایک عالم و ادیب نے یوں بیان کیا ہے:۔ ''ردۃ ولا أبا بکر لھا!'' (ارتداد ہے اور اس کے لئے کوئی ابو بکر رضی اللہ عنہ نہیں!)

شخصی ارتداد کے مقابلے اور محاصرے کے سوا کوئی چارہ نہیں تا کہ اس کے شعلے بھڑک نہ اٹھیں اور پھیل نہ جائیں، اور کل ایک پوری جماعت کے ارتداد میں نہ بدل جائیں کیونکہ بڑی آگ چھوٹے سمجھے جانے والے شعلوں سے ہی بنتی ہے۔

اور یہ بات بھی اہم ہے کہ مرتد کی سزا کے بارے میں تمام امت کے فقہاء متفق ہیں، خواہ اس کی عین صورت میں ان کا (نہایت معمولی سا) اختلاف ہو۔۔۔۔ لیکن جمہور کی رائے اس کے قتل کی ہے، جن میں تمام مذاہب اربعہ بلکہ آٹھوں مذاہب شامل ہیں۔

اور اس کی سزا کے حق میں کئی احادیث کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہوئی ہیں، مثلاً حضرت ابن عباس، ابو موسی اشعری، معاذ بن جبل، علی ابن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعود، بی بی عائشہ، انس بن مالک، ابو ہریرہ، معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہم سے اس ضمن میں

علامہ ابو الحسن ندوی کے ایک دلچسپ خط کا عنوان۔ مصنف۔

ان کے نام پیروکاروں کی تعداد کی ترتیب سے دیے جا رہے ہیں: حنفی 1/3 مسلمان، مالکی 1/4 مسلمان، شافعی 1/8 مسلمان، جعفری 1/10، حنبلی 1/20 مسلمان، زیدی 1/100، اور اباضی 1/1000 ہیں۔ ''ظاہری'' مذہب اندلس کا غالب مذہب تھا اور ایک زمانے کا سب سے طاقتور مذہب تھا۔ مگر اندلس کے ساتھ ہی یہ مذہب بھی ختم ہو گیا۔ اباضی عمان میں ہیں اور خوارج کی ایک شاخ ہیں، زیدی زیادہ تر یمن میں ہیں۔ حنبلی جزیرۂ عرب میں ہیں، جعفری ایران، پاکستان، عراق، شام اور آذربائجان میں، شافعی صومالیہ، اتھوپیا، چیچنیا، انڈونیشیا، اور ملیشیا میں ہیں، مالکی افریقہ میں اور حنفی ہند، پاکستان، بنگادیش، وسطی ایشائی ریاستوں، نیز یمن و مصر اور ترکی میں ہیں۔ مترجم۔

احادیث روایت ہوئی ہیں۔

یہ احادیث مختلف انداز میں بیان ہوئی ہیں، مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس ◆ کی (صریح ترین) حدیث: "من بدل دینه فاقتلوه" (جو اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کردو)، اسے مسلم کے سوا پوری جماعت نے نقل کیا ہے۔ اور یہی روایت طبرانی نے حسن اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ◆ سے روایت کی ہے اور معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ ◆ سے ایسی سند کے ساتھ جس کے سب رجال ثقہ ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ◆ کی حدیث ہے:۔

"لا یحل دم امرئ مسلم یشهد أن لا اله الا الله وأنبی رسول الله الا باحدی ثلاث: النفس بالنفس والثیب الزانی والتارك لدینه المفارق للجماعة"

"کسی مسلمان مرد کا خون حلال نہیں جو یہ شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، سوا تین صورتوں کے: جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی، اور اپنا دین چھوڑنے والا، جماعت سے الگ ہونے والا۔" اسے جماعت نے نقل کیا ہے اور دوسرے الفاظ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ◆ سے روایت ہے:۔

"رجل کفر بعد اسلامه، أو زنی بعد احصانه، أو قتل نفسا بغیر نفس"

"وہ مرد جو اسلام کے بعد کفر، یا نکاح کے بعد زناء، یا بغیر جان کے بدلے کسی جان کو قتل کردے۔"

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے روایت کرکے حسن قرار دیا، اور نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور یہی مفہوم حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہم سے

(اسے الهیثمی نے 'مجمع الزوائد' میں لکھا ہے۔ مصنف)

بھی صحیح سند کے ساتھ روایت ہوا ہے۔

علامہ ابن رجب (حنبلی) رحمہ اللہ نے فرمایا: "اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصوصیت یا صفت بھی پائی جائے اس کے قتل پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔"

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ◆ نے بھی مرتد کی سزا ایک قوم میں نافذ کی جو کہ ان کی الوہیت کی داعی تھی (یہ رفض کی انتہائی صورت ہے)۔ سو ان سے توبہ چاہنے اور جھڑکنے کے بعد بھی جب انہوں نے توبہ نہ کی اور باز نہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ ◆ نے انہیں آگ میں جلا دیا اور آگ میں پھینکتے ہوئے فرمایا:۔

لما رأیت الأمر أمرا منکرا   أججت ناری ودعوت قنبرا

"جب میں نے دیکھا کہ یہ امر منکر ہے، تو میں نے ایک آگ جلائی اور قنبر کو بلایا۔"

اور قنبر ان کا (خاص) خادم اور غلام تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ◆ نے ان پر اعتراض کیا۔

"لا تعذبوا بعذاب الله"   "اللہ کے عذاب والا عذاب مت دو۔"

اور ان کی رائے یہ تھی کہ انہیں قتل کرنا واجب ہے کہ نہ جلانا۔ لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ◆ کا اختلاف محض وسیلہ (طریقہ) میں تھا نہ کہ بنیاد (سزا یعنی قتل) میں۔

اور اسی طرح حضرت ابو موسی اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ◆ نے ایک یہودی پر یمن میں قتل کی حد نافذ کی جب وہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد پھر مرتد ہو گیا۔ اور

دیکھیں "جامع العلوم والحکم" کی چودھویں حدیث کی شرح، جو رسالے کی شکل میں شعیب ارناؤوط کی تحقیق سے چھپ چکی ہے۔ مصنف۔

دیکھیں "نیل الأوطار"، (518،7) طبع دار الجیل، مصنف) (جب انہیں آگ میں ڈالا گیا تو چیختے رہے "ہمیں آگ میں آگ کا خدا ہی ڈال رہا ہے"۔ اسی وجہ سے حضرت علی ◆ ان رافضیوں سے تنگ آکر موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔ مترجم)

حضرت معاذ ◆ نے فرمایا: ''قضاء الله ورسوله''، ''یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے۔''

اور عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن مسعود ◆ نے اہل عراق میں سے ایک گروہ کو جو اسلام کے بعد مرتد ہو گئے، گرفتار کیا اور ان کے بارے میں حضرت عمر ◆ کو لکھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا 'ان پر دین حق اور شہادت 'لا الہ الا اللہ' پیش کرو۔ اگر اسے قبول کرلیں تو ان کی راہ چھوڑ دو اور اگر قبول نہ کریں تو انہیں قتل کردو'۔ سو ان میں سے بعض نے قبول کرلیا اور آپ نے انہیں چھوڑ دیا اور بعض نے قبول نہ کیا تو آپ نے انہیں قتل کردیا۔''

اور ابو عمرو شیبانی ◆ سے روایت ہے کہ مستورد عجلی اسلام لانے کے بعد نصرانی ہو گیا تو عتبہ بن فرقد اسے لے کر حضرت علی ◆ کے پاس گئے۔ انہوں نے اس سے توبہ طلب کی، اس نے توبہ نہ کی اور قتل ہوا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ نے مرتدین کی کسی جماعت کی توبہ قبول فرمائی اور دوسری کو قتل کا حکم دیا جنہوں نے ارتداد کے علاوہ

متفق علیه، البخاري: ٦٩٢٣، و مسلم: ٤٨٢٢، وأبو داوود: ٤٣٥٦ـ و النسائي: ٤٠٨٣ـ وأحمد: ١٩٦٦٦ـ وغیرهم مترجم۔

عبدالرزاق نے اسے مصنف میں روایت کیا ہے۔ 168/10، اس اثر کی رقم (18707) ہے۔ مصنف۔

المصنف سابقہ حوالہ، اثر 18710۔

یہ لقب مصنف نے محض رسمی طور پر نقل کیا ہے۔ غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ ورنہ تو ابن تیمیہ کے پیروکار کہلانے والے یوسف صاحب کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے خود ''اذاعة السنة'' نامی سعودی نجدی Radio پر ایک ''شیخ'' صاحب کو ''یوسف القرضاوي'' یعنی موجودہ مصنف کو گمراہوں کا سردار کہتے سنا ہے۔ مترجم۔

دوسرے کام بھی کئے تھے جو مسلمانوں اور اسلام کے لئے ایذا اور ضرر کا باعث تھے۔ مثلاً آپ ﷺ کا یوم فتح کے وقت مقیس بن حبابہ کے قتل کا حکم دینا جس نے ارتداد کے علاوہ مسلمانوں کو قتل بھی کیا تھا اور ان کا مال بھی چھین لیا (پھر مکہ بھاگ گیا) اور مقدور ہونے سے پہلے توبہ نہ کی۔ اسی طرح 'عرنیین' کے قتل کا حکم دیا جب انہوں نے بھی ارتداد کے علاوہ ایسے ہی کام کیے (قتل)۔ اور ابن ابی سرح ◆ کے قتل کا حکم دیا کیونکہ انہوں نے ارتداد کے علاوہ حضور ﷺ پر طعن کیا اور جھوٹ بھی بولا تھا۔''

اور پھر ابن تیمیہ نے ان دو اقسام کے درمیان فرق قائم کیا ہے کہ صرف ارتداد پر توبہ قبول کی جائے گی اور اس ارتداد میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کی جائے اور زمین میں فساد پھیلایا جائے تو اس پر قدرت پانے سے پہلے بھی توبہ قبول نہیں کی جائے گی

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی مرتد کا قتل نقل نہیں ہوا اور جو ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے وہ اس دعوے کی قلعی کھول دیتا ہے۔ تاہم اگر یہ بات صحیح بھی ہوتی تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ یہ جرم آپ ﷺ کے عہد میں ظاہر نہ ہوا جیسا کہ قوم لوط کے

اصل نام ''صبابة'' ہے، یقیناً کاتب کی غلطی ہے۔

یہ بعد میں نہ صرف ایمان لائے اور توبہ کرلی بلکہ صحابیت کے شرف سے مالا مال ہوئے، آپ کاتب وحی بھی تھے اور حضرت عثمان ◆ کے دور میں مصر کے حاکم اور لیبیا کے فاتح بنے۔ اب انہیں کچھ کہنا جائز نہیں۔ مترجم۔

ابن تیمیہ کی ''الصارم المسلول''، محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق سے ''مطبعة السعادة'' سے چھپی۔ مصنف (خیال رہے کہ اس طرح کے مرتد کو بھی معاف کرنے کا حق صرف رسول اللہ ﷺ کو حاصل تھا۔ اب اس کی توبہ دنیا میں قبول نہیں۔ آپ ﷺ کو اس طرح کے حق حاصل ہیں۔ مثلاً حضرت علی ◆ کے لئے دوسرا نکاح حرام فرمایا۔ چند صحابہ ◆ کی سہولت کے لیے مردہ کھال حلال فرمائی۔ اس لئے فرمایا: ''ألا وان ما حرم رسول الله ﷺ مثل ما حرم الله۔ (الترمذي: ٢٨٧٦، ابن ماجة: ١٢)

''جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا وہ ایسے ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا۔''

فعل پر بھی کسی کو سزا نہ دی گئی کیونکہ عہد نبوی میں ایسا کوئی معاملہ سامنے نہیں آیا۔

تاہم اس کے باوجود کہ جمہور مرتد کے قتل کے قائل ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے برعکس نقل ہوا ہے۔

عبدالرزاق، بیہقی اور ابن حزم نے روایت کیا ہے کہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ "تستر" سے واپس آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے پوچھا: بکر بن وائل قبیلے کی چھ جماعتوں کا کیا ہوا جو اسلام کے بعد مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملے تھے؟ انہوں نے فرمایا: اے امیر المومنین! جو بھی جماعت اسلام کے بعد مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملے انہیں جنگ کے ذریعے قتل کیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استرجاع کیا (یعنی فرمایا: "انا للہ وانا الیہ راجعون") حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو کیا ان کے قتل کے سوا بھی کوئی چارہ ہے؟ فرمایا: ہاں! میں ان پر اسلام پیش کرتا اور اگر انکار کرتے تو قید میں پھینک دیتا

ابراہیم نخعی کا یہی قول ہے اور سفیان ثوری نے فرمایا: یہی وہ قول ہے جسے ہم اختیار

اس سزا کے حق میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کئی احادیث ہیں جن میں سے ایک گزر بھی چکی ہے۔ مترجم۔

اسے عبدالرزاق نے مصنف (10/165, 166) اثر 18696 میں بیہقی نے "السنن" (8/207) میں، سعید بن منصور (ص: 3، رقم: 2573) اور ابن حزم نے "المعلی" مطبعة الامام نے روایت کیا ہے۔ مصنف۔

اس سے بھی الثایہ ثابت ہوتا ہے کہ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس کے قتل پر اتفاق تھا۔ مترجم۔

اس اثر کا حقیقی معنی یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مرتد کے لئے قتل کی سزا کو ہر حال میں ضروری نہ جانتے تھے اور ان کی رائے تھی کہ ایسی ضرورت پیش آنے پر اسے متاخر یا ختم کیا جا سکتا ہے۔ اور ضرورت سے مراد حالت جنگ ہے۔ اور یہ کہ اگر ان مرتدین کا مشرکین کے ساتھ کوئی تعلق ہو تو وہ ان کے قتل سے فتنہ کھڑا کر دیں گے۔ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول پر قیاس کیا ہو کہ:

"لا تقطع الأيدي في الغزو" "جنگ کی حالت میں (چور کے) ہاتھ نہ کاٹو"

اور یہ اس خوف سے ہے کہ چور کو غیرت آئے اور وہ دشمنوں سے جا ملے۔

﴿بقایا حاشیہ صفحہ آئندہ پر﴾

کرتے ہیں۔

اور ان سے منسوب روایت ہے کہ: "جنہیں جس کی توبہ کی امید ہو اسے مہلت دو"

بعض کی رائے یہ ہے کہ علماء بدعتی عمل کے بارے میں خفیف اور غلیظ کے درمیان فرق کیا کرتے ہیں، جیسا کہ داعی اور غیر داعی مبتدعین میں فرق کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح لازمی ہے کہ ہم ارتداد کے معاملے میں بھی ارتداد غلیظ اور خفیف کے درمیان فرق کریں۔ اور مرتد کے بارے میں داعی اور غیر داعی میں تفریق برتیں۔

تو جو ارتداد غلیظ ہو۔۔۔ جیسے سلمان رشدی کا ارتداد، اور مرتد اپنی زبان یا قلم سے اپنی بدعت واختراء کی طرف بلاتا ہو تو بہتر ہے کہ اس کی سزا میں سختی کی جائے اور جمہور ائمہ کے اقوال اور واضح احادیث کو مانا جائے تاکہ شر (برائی) کا خاتمہ ہو، فتنہ کا دروازہ بند ہو جائے۔ اور اگر ایسا بالکل ممکن نہ ہو تو سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی کے اقوال پر عمل

﴿بقایا حاشیہ صفحہ گذشتہ﴾ یہاں ایک اور (بھی) احتمال ہے: وہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ہو کہ جب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو"۔ تو اسے امت کے امام کے طور پر اور ریاست کے حکمران کی حیثیت سے فرمایا۔ یعنی یہ قرارداد شاید نافذ کیے جانے والے قوانین میں سے ہے اور قانونی سیاست کا ایک عمل ہے اور فتویٰ اور اللہ کا مستقل حکم نہیں ہے، جسے امت نے ہر حال اور ہر زمانے میں ماننا ہو (کہ جس کی کوئی رعایت نہیں جیسے زانی کی سزا) سو مرتد کا اور اپنے دین بدلنے والے شخص کا قتل امامِ وقت کے حق میں سے ہو اور اس کے اختیارات اور فوجی صلاحیت کے مطابق ہو کہ حکم دے تو نافذ ہو ورنہ نہ ہو۔

یہ ویسا ہی حکم ہے جیسے حنفی اور مالکی حدیث "من قتل قتيلاً فله سلبه" (جو کسی کو جنگ میں قتل کرے اس کا مال اسی کا ہوگا) اور حنفی حدیث "من أحيا أرضا ميتة فهي له" (جس نے کوئی بنجر زمین آباد کی وہ اسی کی ملکیت ہے) میں کہا کرتے ہیں۔ دیکھیں ہماری کتاب "الخصائص العامة للاسلام" (ص: 217) مصنف)

المصنف: ج 10، اثر 18697، مصنف)۔

اسے ابن تیمیہ نے "الصارم المسلول" میں ذکر کیا ہے، مصنف۔

کیا جا سکتا ہے اور یہ وہی رائے ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے [1]۔

مرتد داعی صرف اسلام سے کافر نہیں ہوتا بلکہ اس پر اور امتِ مسلم پر جنگ مسلط کر دیتا ہے، سو وہ ان کے ضمن میں داخل ہے، جو "اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔" اور "جنگ" ابن تیمیہ کے بقول "دو طرح کی ہوتی ہے: ہاتھ سے جنگ اور زبان سے جنگ"۔ اور دین کے معاملے میں زبان کی جنگ ہاتھ کی جنگ سے زیادہ خطرناک ہے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ اسے قتل فرماتے جو ان کے خلاف زبان سے جنگ کرتا البتہ ہاتھ سے جنگ کرنے والوں میں سے بعض کو زندہ چھوڑ دیتے۔ فساد جس طرح ہاتھ سے پھیلایا جاتا ہے اسی طرح زبان سے بھی پھیلایا جاتا ہے اور دین کے لئے ہاتھ کی نسبت زبان کئی گناہ ضرر رساں ہے۔۔۔ تو لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے خلاف زبان سے جنگ زیادہ شدید ہے اور زمین میں زبان سے فساد پھیلانے کے بارے میں زیادہ تنبیہ کی گئی ہے۔ [2]

اور حکماء (حکیم کی جمع) کے بقول "قلم بھی ایک زبان ہے"۔ بلکہ قلم شاید زبان سے زیادہ سخت اور خطرناک ہے، خصوصاً ہمارے زمانے میں کیونکہ جو کچھ لکھا جاتا ہے اس کا وسیع علاقے میں پھیلنے کا خدشہ ہوتا ہے۔

ایک مرتد جو اپنے ارتداد پر مُصِرّ ہو، اسے اسلامی جماعت کی اخلاقی مراعات سے محروم کر دینے کا حکم ہے کیونکہ وہ ان کی دوستی، محبت اور معاونت سے محروم [3] ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

---

[1] یعنی اسے تاخیر سے قتل کیا جائے یا مستقل قید کر لیا جائے۔

[2] دیکھیں "الصارم المسلول"، ابن تیمیہ (ص: 385)، مصنف۔

[3] یعنی اس سے دوستی حرام ہے۔ مترجم۔

"وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ" (المائدہ: ۵۱)

"اور تم میں سے جو ان سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہے۔"

اور یہ سزا عقل و ضمیر والوں کے لیے جسمانی سزا سے بھی زیادہ سخت ہے [1]

ارتداد کی سزا میں سختی کا راز

ارتداد کے مقابلے اس قدر سختی کا راز یہ ہے کہ ایک مسلم معاشرہ سب سے پہلے جس بنیاد پر کھڑا ہوتا ہے وہ عقیدہ وایمان ہے۔ سو عقیدہ ہی اس کی پہچان اور اساس ہے، اس کی زندگی کا محور ہے اور اس کے وجود کی روح ہے۔ اسی لئے اسے یہ اجازت ہرگز نہ دی جائے گی کہ وہ اس بنیاد پر اعتراض کر سکے اور شناخت کو ہاتھ بھی لگا سکے۔ اسی لئے اعلانیہ ارتداد اسلام کی نظر میں سب سے بڑا جرم ٹھہرا۔ کیونکہ یہ معاشرے کی پہچان اور اسکے اخلاقی و معنوی وجود کو ہی خطرے میں ڈال دیتا ہے اور پانچ بنیادی ضروریات میں پہلی کے لئے شدید ضرر رساں ہے۔ یعنی: "دین، جان، نسل، عقل اور مال"۔ اور دین ان میں سے سب سے پہلی ضرورت ہے کیونکہ ایک مومن دین کے لئے اپنی جان، اپنا وطن، اور اپنا مال سب کچھ قربان کر دیتا ہے [2]۔

اسلام کسی کو اپنے میں داخل ہونے پر اور کسی کو اس کے دین سے کسی دوسرے دین میں داخلے پر مجبور نہیں کرتا کیونکہ ایمان تو اسی کو گنا جاتا ہے جو اختیار اور رضا سے ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے مکی حصے میں فرماتا ہے:۔

---

[1] یہ سزا ایسے مرتد یا بدعتی کو دی جائے گی جو منافق ہو اور اعلان نہ کرے۔ مثلاً بے نمازی، بدمذہب، شرابی یا سود خور وغیرہ۔ (مترجم)

[2] اسی لئے نبی اکرم ﷺ اپنے فطری حزن وغم کے باوجود اپنے گھر والوں اور وطن کو چھوڑ کر مکہ سے مدینہ چلے گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کی پیروی کی اور بال بچوں کو چھوڑ آئے، وطن سے دور ہو گئے اور مال خدا کی راہ میں کھو دیا۔ اس سے وطن پرستی اور خاندان سے محبت برائے محبت پر کاری ضرب پڑتی ہے۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ محبت صرف اللہ کے لئے ہے۔ (مترجم)

"اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ" (یونس:۹۹)

"کیا آپ ﷺ لوگوں کو مجبور کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ مومن ہو جائیں؟" (ہرگز نہیں۔)

اور اس کے مدنی حصے میں فرمایا:۔

"لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ "(البقرة:۲۵۶)

"دین میں کوئی جبر نہیں۔ بے شک ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔"

لیکن یہ قبول نہیں کیا جائے گا کہ دین کو کھیل کود بنا لیا جائے، آج اس میں داخل ہو جائے اور کل نکل جائے۔ ان یہودیوں کی طرح جو کہتے تھے:۔

"آمِنُوْا بِالَّذِيْ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" (آل عمران:۷۲)

"صبح کو اس پر ایمان لے آؤ جو ایمان والوں پر نازل ہوا اور رات کو انکار کر دو، شاید وہ بھی (دل برداشتہ ہو کر) واپس ہو جائیں (اسلام سے جاہلیت میں لوٹ آئیں)۔"

اور اسلام اس مرتد کو قتل کی سزا نہیں دیتا جو اپنے ارتداد کا اعلان نہ کرے، نہ ہی دوسروں کو اس کی طرف بلائے اور اس کی سزا کو، اگر کفر کی حالت میں مرا تو، آخرت پر چھوڑ دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ، وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ، هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ" (البقرة:۲۱۷)

"تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا اور کفر کی حالت میں مرا تو اس کے اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے، اور یہی لوگ آگ والے ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

لہٰذا جسے سچ مطلوب ہو وہ اسے مل جائے گا ورنہ ہم منافق پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ (مترجم)

البتہ اسے مناسب تعزیزی سزا دی جائے گی۔

قتل کی سزا صرف مجاہر مرتد کو دی جائے گی خصوصاً اسے جو اپنے ارتداد کی طرف بلائے۔ تاکہ معاشرے کی شناخت محفوظ رہے اور اس کی اساس اور بنیاد کی حفاظت ہو اور دنیا میں کوئی ایسا معاشرہ نہیں پایا جاتا جس کی بنیاد نہ ہو۔ اور اس بنیاد پر اعتراض کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ مثلاً شناخت، ہمدردی یا دوستی (کے معاملے میں)۔ سو معاشرے کی شناخت بدلنے، اپنی دوستی اس کے دشمنوں کے ساتھ جوڑنے وغیرہ والے کسی عمل کی اجازت نہیں دی جاتی۔

اور اسی وجہ سے (جدید دور میں) ملک کے ساتھ غداری، اس کے دشمنوں کے ساتھ دوستی، ان کے ساتھ محبت اور ملک کے راز افشاء کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ کبھی بھی کسی نے شہریوں کو ان کی وفاداری تبدیل کرنے کا جواز (اور آزادی) دینے کی بات تو نہیں کی کہ جب چاہا اور جس نے چاہا تبدیل کر لیا۔ ارتداد بھی صرف عقلی موقف کی تبدیلی کا نام نہیں بلکہ یہ بھی اپنی دوستی، وفاداری، ہمدردی اور شناخت کو تبدیل کرنا ہے۔ کیونکہ مرتد اپنی وفاداری و دوستی ایک امت سے دوسری امت میں منتقل کرتا ہے اور ایک وطن سے دوسرے وطن میں بھی، یعنی دارالاسلام سے کسی دوسرے "دار" (گھر، وطن) کی طرف۔ سو وہ اپنے وجود کو امت مسلمہ سے علیحدہ کر دیتا ہے جس کے جسم کا وہ ایک عضو تھا اور اپنے عقل، دل اور ارادہ کے ساتھ اس کے مقابلے کی ٹھان لیتا ہے۔ اسی بات کو حدیث یوں بیان کرتی ہے:۔"التارك لدينه، المفارق للجماعة" "اپنے دین کو چھوڑنے والا، جماعت سے علیحدہ ہونے والا۔"

آج بھی اگر نام نہاد آزاد امریکہ میں کوئی روس کی حمایت کا اعلان کر کے اس کا جھنڈا لہرا دے یا کسی اور مخالف کا حامی ہو جائے تو اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ ہر معاشرہ اپنی بنیاد کی حفاظت کرتا ہے، خواہ کتنا ہی "آزاد خیال" کیوں نہ ہو۔ مترجم۔

لہٰذا اے وطن پرستو! ہمارے لئے دین ایسا ہی اہم ہے جیسا تمہارے لئے وطن! مترجم۔

نظریاتی طور پر، جو ایک مسلمان کے لئے حسی وطن کی تبدیلی کے مقابل میں بہت زیادہ اہم ہے، مترجم۔

جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث[1] میں ہے۔ اور لفظ "المفارق للجماعۃ" (جماعت سے علیحدہ ہونے والا) بات کو بالکل واضح کر دیتا ہے۔ سوا اپنے دین سے ارتداد اختیار کرنے والا ہر آدمی جماعت سے علیحدہ ہونے والا ہے۔ اور خواہ جرم کچھ بھی ہو، ہم اس کا دل تو نہیں چیریں گے اور نہ ہی اس کے گھر پر چڑھ دوڑیں گے اور نہ ہی اس کا محاسبہ کریں گے سوا اس پر جو وہ اعلانیہ ظاہر کرے، خواہ زبان سے ہو یا قلم یا اپنے فعل سے، جو صریح کفر کو ظاہر کرتا ہو، نہ اس میں تاویل کی گنجائش نہ احتمال۔ اگر اس میں ہلکا سا بھی شک ہو تو اس کی تاویل اس کے حق میں کی جائے گی جس پر ارتداد کا الزام ہو۔ (یعنی اسے بری کر دیا جائے گا۔)

اعلان کرنے والے اور اپنی طرف بلانے والے مرتد کی سزا میں سستی پورے معاشرے کو خطرے میں ڈال دیتی ہے اور اس پر فتنہ کا دروازہ کھول دیتی ہے جس کی برائیاں (مکمل طور پر) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ مرتد کبھی باز نہ آئے گا، اپنے علاوہ دوسروں کو بھی خطرہ میں ڈال دے گا خصوصاً کمزور اور سیدھے سادھے لوگوں کو[2] اور امت کو مقابلہ کرنے والی پوری جماعت تیار ہو جائے جو امت کے دشمنوں سے اپنے لئے مدد مانگنا جائز جانے اور اسی طرح معاشرہ لڑائی، جھگڑے، فکری، اجتماعی اور سیاسی انتشار کا شکار ہو جائے اور آخر ترقی کر کے خونی لڑائیوں بلکہ خانہ جنگی میں

---

[1] وہ حدیث جو صحیح بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہو۔ (مترجم)

[2] اکثر لوگ سیدھے سادھے ہونے کی وجہ سے ہی گمراہ ہوتے ہیں۔ مادی طور پر سادگی اور دینی طور پر علمیت دونوں برابر ضروری ہیں۔ لیکن آج کل الٹا ہی معاملہ ہے۔ بے وقوف آدمی کو سیدھا سادھا کہا جاتا ہے چاہے جو مرضی پیش کرتا ہو، مثلاً بازاروں میں پھرنے کا عادی ہو اور رائی دیکھنے کا شوقین ہو۔ اس کے برعکس عقل مند آدمی جسے دین کی سمجھ ہو اور ان باتوں سے بچتا ہو اسے شدت پسند کہا جاتا ہے، حالانکہ یہی تو اسلام ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو دیکھو! حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے عالم ایک پھٹی پرانی چادر پہنے ملیں گے۔ مزید غور کرو! حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شام کی فتح کے عین بعد پرانے خیمے میں اکیلے بیٹھے ہوئے ملیں گے۔ عالم کی یہی شان ہے۔ اور یہی دراصل حقیقی سادگی ہے، نہ یہ کہ انسان گناہ کا احساس کرنے سے قاصر ہو۔ مترجم۔

بدل جائے جو سبزے اور بنجر زمین دونوں کو تباہ کر ڈالتی ہے۔

اور یہی کام عملاً افغانستان میں ہوا۔ (پہلے) ایک محدودی جماعت اپنے دین سے نکلی اور روس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اشتراکی عقیدہ اپنا لیا اور اشتراکی فوج کی صفوں میں بھرتی ہو گئے۔ اور (حکومت کی) غفلت کے زمانے میں کود کر زبردستی اقتدار پر قابض ہو گئے اور تمام معاشرے کی پہچان بدلنے کے درپے ہو گئے، اپنی فوج اور طاقت کا استعمال کیا۔ لیکن افغانی عوام کے بیٹوں نے ان کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا بلکہ مزاحمت کی اور شدید مقابلہ کیا اور یہ مزاحمت پھیلتی گئی۔ جس نے افغان جہاد کو بڑا خوفناک بنا دیا جو اشتراکی مرتدین کے خلاف تھا، جنہوں نے اپنے لوگوں اور اپنی قوم کے خلاف روس کی مدد کرتے ہوئے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور اپنے وطن کو دبابوں[1] سے پیس کر رکھ دیا اور اس پر جہازوں سے حملہ کیا اور اسے توپوں اور صوارخ[2] سے تباہ کر دیا۔[3]

---

[1] Tanks

[2] Missile یا Rocket، "صاروخ" دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، صوارخ اس کی جمع ہے۔

[3] خیال رہے کہ یہ کتاب 1994 میں لکھی گئی تھی۔ ورنہ 2001 کے بعد افغانستان میں پھر سے اسی جنگ کی ایک نئی کڑی شروع ہو گئی ہے اور روس کی جگہ امریکہ نے لے لی ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ افغانستان کے کچھ طلباء جو روس سے تعلیم حاصل کر کے آئے تھے، انہوں نے "حزب دیموکراتیک خلق افغانستان" نامی تنظیم بنا کر، جو 1965 میں بنی، 27 اپریل 1978 کو اقتدار پر طاقت کے ذریعہ قبضہ کر لیا اور افغانستان میں مارکسی عقائد پھیلانے لگے۔ لیکن افغانی عوام نہایت خوددار نکلی اور ان کے خلاف جہاد کیا جن کی مدد کرنے ضیاء الحق کے تحت میں پاکستان کا کردار قابلِ تحسین ہے۔ 1979 دسمبر میں روسی فوجیں حکومت کی مدد کے لئے افغانستان میں داخل ہو گئیں۔ 1989 فروری کو واپس چلی گئیں۔ آخر 1992 کو نڈر مجاہدین نے کابل پر قبضہ کر کے ملحد حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور شرعی حکومت پیدا ہوئی جس میں باقاعدہ اسلامی سزائیں رائج ہوئیں۔ لیکن امریکہ سے یہ برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے C.I.A کے ذریعے 9/11 کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر کے افغانستان پر حملہ کیا اور اس حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ افسوس کہ جنرل پرویز مشرف نے بھی اس معاملے میں ٹانگ اڑا کر پاکستان کو افغانستان کے خلاف لڑا دیا اور R.A.W کو دہشتگردی کا الزام پاکستان پر تھوپنے کا موقع مل گیا۔ مترجم)

اور یہ خانہ جنگی جو کہ دس سال[1] تک جاری رہی اور کئی دہائی لاکھوں[2] مقتول، قیدی، زخمی، یتیم، بیوہ اور محروم اس کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اور وہ تباہی علیحدہ ہے جو ملک کے میدانوں کو پہنچی، زراعت اور پھل سب تباہ ہوکر رہ گئے۔

اور یہ سب کچھ چند مرتدین سے غفلت، ان کے معاملے میں سستی اور پہلی مرتبہ ہی ان کے جرم پر خاموشی کا نتیجہ اور اثر تھا۔ اگر ان کی جڑیں مضبوط ہونے سے پہلے ہی (آزادی رائے کا ڈھونگ رچانے کے بجائے) ان غداروں کو سزا دی جاتی تو عوام اور ملک اس خطرناک جنگ کے شر سے بچ جاتے۔ اور لوگوں اور ممالک پر اس کے تباہ کن اثرات ظاہر نہ ہوتے[3]۔

[1] 1979-89 تک کے پہلے مرحلے کی بات کر رہے ہیں۔ (مترجم)

[2] اصل لفظ "Millions" ہے یعنی کئی "دس لاکھ"، فقیر کو اس کا ترجمہ "دہائی لاکھ" کرنا ہی مناسب لگا۔ (مترجم)

[3] جو تقریباً چالیس سال گزرنے کے بعد بھی آج تک جاری ہیں۔

چند اہم امور جن کا خیال رکھنا ضروری ہے

میں یہاں چند امور کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔

اولاً: کسی مسلمان پر ارتداد کا حکم لگانا نہایت ہی خطرناک معاملہ ہے، کیونکہ ایمان کی بنیاد پر ہی اس کی تمام دوستیاں، گھر والوں اور معاشرے کے ساتھ تعلقات ہوتے ہیں۔ حتی کہ ارتداد اس کے اور اس کے جیون ساتھی اور اولاد کے درمیان علیحدگی کرا دیتا ہے کیونکہ کسی مسلمان عورت کو جائز نہیں کہ کافر کے ساتھ نکاح میں منسلک ہو[1]۔

اسی طرح وہ اولاد کے لئے بھی قابلِ اعتماد نہیں (کہ انہیں بھی کافر بنا دے گا)۔ یہ

[1] ان اہم ترین معاملات میں مصری عدلیہ کا فیصلہ یہی ہے کہ اگر کوئی بہائی[2] ہو جائے تو زوجین میں تفریق ہو جائے گی، یہاں ججوں کے لئے ایک قدیم حکم پیش کیا جاتا ہے: علی علی منصور (یہ غلطی نہیں ہے، اصلی نام یہی ہے۔ مترجم) نے اسے ایک مخصوص رسالے میں چھاپا اور ریاستی مجلس (Council) نے اس کی تصدیق کی اور اسے سن (6/11/1952) کو نافذ کیا۔ فرماتے ہیں: "بہائیوں کے معاملے میں ارتداد کے احکام پر جملاً و تفصیلاً عمل واجب ہے۔ اسے آج کل کے جدید فوجداری قوانین تبدیل نہیں کر سکتے، جن میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہوا کرتی۔ اور مرتد بہائی پر کم از کم حکم یہ ہے کہ اس کی بیوی سے علیحدہ کر دیا جائے جب تک ملک میں عدالتیں قائم ہیں اور ان پر قضاء کے اختیارات ہیں، خواہ آزاد ہوں یا ذیل عدالتیں ہوں۔" مصنف۔

[2] بہائی: شاید بعض قارئین خصوصاً پاکستانیوں کو معلوم نہ ہو کہ "بہائی" کیا ہوتا ہے۔ یہ قادیانیوں کے بعد کسی جھوٹے نبی کو ماننے والا سب سے بڑا گروہ ہے۔ اس کے پیروکار مرزا حسین علی نوری بہاءاللہ کو نعوذ باللہ نبی مانتے ہیں جو ایران میں ائمہ اور عثمانی حکومت کے عتاب کا شکار رہا۔ انہیں بھی پاکستان کے آئین کے مطابق غیر مسلم مانا جاتا ہے۔ قادیانیوں کے بعد ان کی تعداد اسی لاکھ بہت ہی زیادہ ہے۔ اللہ بچائے! (مترجم)

اس جسمانی سزا کے علاوہ ہے جس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

لہٰذا کسی مسلم پر، جس کا اسلام ثابت شدہ ہو، تکفیر کا حکم لگانے میں سخت احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ وہ یقیناً مسلمان ہے۔ یہ یقین محض شک سے ختم نہیں ہوسکتا۔

اور ایک اہم ترین خطرہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی تکفیر نہ ہو جائے، اس معاملے سے سنتِ نبوی نے سخت تنبیہ وتحذیر کی ہے۔

اس معاملے کے بارے میں میں نے ایک رسالہ "ظاھرۃ الغلو فی التکفیر" لکھا ہے تاکہ اس تشدد کی لہر کا مقابلہ کرسکوں جو ہمارے زمانے میں پھیلی ہوئی ہے، تکفیر میں بہت توسیع ہوگئی ہے اور ایسے لوگ ملتے رہتے ہیں جو اس طرف توجہ دیتے ہیں۔ (یعنی مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔)

ثانیاً: یہ کہ جو کسی مسلمان شخص کے ارتداد کا فتویٰ دیں، وہ راسخ العلم اور اپنے کام کے ماہر ہوں، قطعی اور ظنی، محکم اور متشابہ، قابلِ تاویل اور نا قابلِ تاویل میں فرق کر سکتے ہوں۔ اس لئے صرف اس کی تکفیر کریں جو اس سے کسی صورت نہ بچ سکتا ہو۔ مثلاً دین کی مانی ہوئی ضروریات میں سے کسی کا انکار، عقیدہ وشریعت کے کسی پہلو کا مذاق اڑانا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا، اس کی کتاب (یا اس کے احکامات) کی اعلانیہ مذمت کرنا اور اسی طرح کے دوسرے امور۔

ایک مثال: علماء نے سلمان رشدی کے ارتداد کا فتویٰ دیا اور اسی طرح رشاد خلیفہ کے ارتداد کا، جس نے پہلے سنت کا انکار شروع کر دیا، پھر سورۃ التوبۃ کی آخری آیتوں میں سے دو کا انکار کیا، اور پھر رسول ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے کفر پر مہر لگا دی اور بولا

اس پر بات ہو چکی ہے۔ (مترجم)

اور اب وہ خود کو اعلانیہ ملحد کہتا ہے اور کافر مانتا ہے۔ اللہ اسے اذیت ناک موت دے۔ (مترجم)

محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں لیکن خاتم المرسلین تو نہیں!!

اس پر "مجلس المجتمع الفقهي" نے ایک قرارداد منظور کی تاکہ تمام عالم اسلام کو اس کا ارتداد معلوم ہو جائے۔

اس طرح کے معاملات جلد بازوں یا انتہاء پسندوں کے حوالے کرنا جائز نہیں کہ جنہیں علم کا تھوڑا سا حصہ نصیب ہوا ہو اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہہ دیں جو نہیں جانتے۔

ثالثاً: یہ کہ یہ حکم صرف شرعی حاکم ہی نافذ کرے گا، جب اسلامی عدلیہ کے ماہرین، وہ جو صرف اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، اس پر حکم لگا چکے ہوں، اور وہ صرف کتاب اللہ کے واضح احکامات اور سنت رسول ﷺ کی طرف ہی رجوع کرتے ہوں اور یہی دو مصدر ہیں کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو تو ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے:۔

"فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ

اس کا جواب تو نہایت ہی آسان ہے۔ اس بے وقوف نے یہ غور نہیں کیا کہ احادیث کے مطابق تو ہزاروں نبیوں میں سے صرف 310 کے قریب رسول ہوئے۔ رسول ہمیشہ نبی ہوا کرتا ہے لیکن اس کا الٹ ضروری نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تو "خاتم النبیین" کہہ کے قصہ ہی ختم کر دیا۔ اگر خاتم المرسلین کہا ہوتا تب اعتراض کی گنجائش ہوتی۔ یہی تو قرآن کا معجزہ ہے کہ یہ ہر طرح کے لفظی عیب سے پاک ہے۔

اس ضمن میں ایک اور مثال ہے۔ ایک گستاخ نے لکھا ہے (جسے میں نے خود اسی کی تحریر میں پڑھا ہے): "حضور ﷺ أسوة حسنة تو ہیں لیکن اسوۂ کاملہ نہیں"۔ نعوذ باللہ! اس بے غیرت کو چاہیے کہ احادیث پڑھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو فرماتی ہیں: "کان خلقه القرآن" (آپ ﷺ کی سیرت قرآن تھی)۔ لہٰذا اگر قرآن کامل ہے تو آپ ﷺ کی سیرت بھی کامل ہے۔ (مترجم)

خیال رہے کہ تکفیر میں کنجوسی بھی غلو جتنی ہی خطرناک ہے۔ اگر فتنے کی جڑ نہ کاٹی جائے تو وہ بڑھ جاتا ہے۔ اگر تمام دنیا قادیانیوں کو کافر قرار دیتی تو وہ اتنے بڑھ نہ پاتے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی کھلے کافر یا گستاخ رسول ﷺ، مثلاً سلمان رشدی کے کفر میں شک کیا وہ خود کافر ہے۔ تاہم ایک عام آدمی کو اس ضمن میں صرف علماء کی اتباع جائز ہے، خود فتویٰ نہیں لگا سکتا۔ (مترجم)

تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ" (النساء:۵۹)

"اگر تمہارا کسی بات میں تنازعہ ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حوالے کردو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہو۔"

اسلام میں قاضی کی اصل یہ ہے کہ وہ اہل اجتہاد میں سے ہو۔ اگر ایسے لوگ وافر نہ ہوں تو کم از کم اہلِ اجتہاد سے مدد ضرور لیں، حتیٰ کہ حق واضح ہو جائے اور لاعلمی میں یا اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ نہ کرے کہ آگ میں جانے والے قاضیوں میں سے ہو جائے[1]۔

رابعاً:۔ جمہور فقہاء مرتد سے توبہ کے مطالبے کے وجوب کے قائل ہیں (واجب قرار دیتے ہیں)، جو اس پر سزا کے نفاذ سے پہلے ضروری ہے۔ بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں کہا: "یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور بعض فقہاء نے اسے تین دن تک محدود کیا ہے، بعض نے زیادہ بعض نے کم"۔ کچھ نے کہا "اس سے ہر حال میں ہمیشہ توبہ کرائی جائے" اور بعض نے زندیقوں کو مستثنیٰ قرار دیا کیونکہ وہ اپنا ارتداد ظاہر کرتے ہیں اور چھپاتے نہیں، سو اس کی توبہ نہیں ہے[2]۔ اسی طرح رسول ﷺ (کی حرمت و کرامت کی وجہ سے آپ ﷺ) کو گالی دینے والے یا مذمت کرنے والے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور ابن تیمیہ نے اپنی کتاب بھی اسی موضوع پر ہی لکھی ہے۔[3]

اس کا مقصد یہ ہے کہ اسے مراجعت کا موقع دیا جائے، ہوسکتا ہے کہ اس کے شبہات دور ہو جائیں اور اس لئے کہ اس پر حجت قائم ہو جائے۔ اگر وہ اخلاص سے

[1] مرتد اور عام آدمی کے قتل میں تھوڑا سا فرق ہے جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔
[2] اگر اس کی نیت ٹھیک ہو تو آخرت میں اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ (مترجم)
[3] جیسا کہ نام سے ظاہر ہے: "گستاخ رسول ﷺ کے سر پر ننگی تیز دھار تلوار"۔

حق کی تلاش میں تھا (تو اسے موقع مل جائے گا) یا اپنی خواہشِ نفس کے پیچھے تھا یا کسی دوسری وجہ سے تو اللہ اسے اسی راستہ پر پھیر دیں گے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (اور قتل ہوگا)

اور بعض ماہرین کہتے ہیں کہ اس کی توبہ کی قبولیت عنداللہ ہوگی نہ کہ انسان کے نزدیک۔ لیکن یہ احکام آخرت کے ضمن میں ہے۔ لیکن جہاں تک دنیاوی احکام کا تعلق ہے، ہم اس کی ظاہری توبہ قبول کرلیں گے اور اس کا ظاہری اسلام بھی۔ ہم مخلوق کے دلوں میں نہیں جھانک سکتے، ہمیں صرف ظاہر پر حکم لگانے کا حکم ہے اور باطن کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ اور ایک صحیح حدیث میں آیا ہے، فرمایا:

"من قالوا 'لا اله الا اللّٰه' عصموا دماءهم و أموالهم وحسابهم على اللّٰه تعالى"[1]

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑوں حتی کہ وہ شہادت دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ سو جب انہوں نے ایسا کیا تو مجھ سے اپنا خون اور مال بچا لیا۔ البتہ اسلام کا کوئی حق ہو (جسے ادا نہ کریں) تو اس کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا"۔ یعنی جو کچھ ان کے دلوں میں ہوگا اس کا حساب۔

یہاں ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ عام آدمی کو یہ حق دینا کہ کسی شخص پر ارتداد کا حکم لگائے، پھر اسے سزا کا مستحق بتائے اور پھر اسے "قتل کے سوا کچھ نہیں" قرار دے اور

[1] صحیح بخاری کی اصل حدیث یہ ہے: "أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا اله الا اللّٰه وأن محمدا رسول اللّٰه و يقيموا الصلوة و يؤتوا الزكاة، فاذا فعلوا ذلك عصموا منى دماء هم وأموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم على الله"، مسلم کے الفاظ ہیں۔ "الا بحقها" مصنف صاحب نے شاید یادداشت سے کام لیا ہو۔ والله أعلم۔ یہاں صحیح بخاری کی حدیث کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ مترجم

پھر اسے بغیر نرمی کے جاری کر دے۔ اس طرح لوگوں کی جان، مال اور عزت کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک شخص جس کے پاس نہ اہلِ فتویٰ جیسا علم ہے نہ اہلِ قضا جیسی حکمت اور نہ قانون نافذ کرنے والوں جیسا اس کا محاسبہ ہے۔۔۔ اس کے ہاتھ میں تین طاقتیں دے دی جائیں گی: ''فتویٰ''، دوسرے الفاظ میں ''الزام''، ''حکم'' اور ''نفاذ''۔ سو یہ تو اِفتاء، اِدّعاء، قضاء اور شرطہ[1] سب ہی کا مشترکہ کام ہے[2] !!!

---

[1] Police

[2] یہ ایک آدمی کیسے کر سکتا ہے؟ لہٰذا انفرادی طور پر ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ (مترجم)

بعض ہم عصروں کے اعتراضات مع جواب

اور ہمارے عہد کے بعض مصنفین نے جو شرع کا علم نہیں رکھتے ارتداد کی سزا پر اعتراض کیا ہے کیونکہ یہ قرآن کریم میں وارد نہیں ہوئی اور صرف احادیث آحاد میں وارد ہوئی ہے اور احادیث آحاد سے حدود کے معاملے میں حکم نہیں پکڑا جا سکتا لہٰذا وہ اس سزا کا انکار کرتے ہیں۔

اور یہ کلام بعض وجوہات سے ناقبول ہے

اولاً: یہ کہ صحیح سنت[1] تمام مسلمانوں کے اتفاق سے عملی احکام کا مصدر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

''قُلْ أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَ أَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ'' (النور:٥٤)

''فرمائیں کہ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔''

نیز فرمایا:۔

''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ'' (النساء:٨٠)

''جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اور مرتد کے قتل کی احادیث، صحیح ثابت ہو چکی ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم[2] کے دور میں نافذ بھی کیا۔

اور یہ قول کہ احادیث آحاد سے حدود کے باب میں مسئلہ نہیں لیا جائے گا مُسلّم اصول نہیں ہے کیونکہ تمام مروجہ مذاہب احادیث آحاد سے مسائل اخذ کرتے ہیں جیسا کہ شراب پینے والے کی سزا میں، حالانکہ مرتد کی سزا کی احادیث، شراب پینے کی سزا

---

[1] حدیث اور سنت شرعی اصطلاح میں ہم معنی الفاظ ہیں۔

[2] حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن رضی اللہ عنہم کے مجموعی دور (30 سال) کو خلافِ راشدہ کہتے ہیں (مترجم)

کے متعلق احادیث سے زیادہ، صحیح، وافر، اور زیادہ مضبوط ہیں۔

اور اگر یہ صحیح ہوتا جس کا انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ احادیث آحاد پر احکام میں عمل نہیں کیا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ شریعت اسلام کے مصادر میں سے سنت کو عملاً نکال دیا جائے یا کم از کم ۹۹% نہیں تو ۹۵% کو لغو قرار دیا جائے اور پھر ہمارے دعویٰ ''قرآن وسنت کی پیروی'' کی کوئی تک نہیں رہے گی۔

اہل علم کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ احادیث احکام میں بہت بڑی تعداد احادیث آحاد کی ہے اور احادیث متواتر جو حدیث آحاد کے مقابل آتی ہیں۔ بہت ہی نادر ہیں حتیٰ کہ بعض ائمہ حدیث نے دعویٰ کیا ہے کہ نہ ہونے کے قریب ہیں جیسا کہ امام ابن صلاح نے ''الشهيرة فى علوم الحديث'' کے مقدمے میں ذکر کیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس معاملے میں بولنے والوں میں سے اکثر کو احادیث آحاد کے معنی ہی معلوم نہیں۔

اور سمجھتے ہیں کہ اسے صرف ایک راوی بیان کرتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ حدیث آحاد سے مراد وہ حدیث ہے جو درجۂ تواتر تک نہ پہنچے، اسے دو، تین، چار یا اس سے بھی زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم نیز اس سے کئی گناہ تابعین روایت کرسکتے ہیں۔

اور مرتد کے قتل کی احادیث کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے، ہم نے ان میں سے کچھ [1] کا ذکر کیا ہے۔

---

[1] حضرت ابن عباس، ابوموسیٰ اشعری، معاذ بن جبل، علی ابن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، ام المومنین عائشہ، انس بن مالک، ابوہریرہ، معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہم

یہ حدیث تو مشہور ترین احادیث میں سے ہے۔ [1]

ثانیا: یہ کہ شریعت کے معتمد مصادر میں سے ایک اجماع ہے اور تمام مذاہب خواہ سنی وشیعی ہوں اور ان مذاہب کے باہر غرض تمام امت کے فقہاء مرتد کی سزا پر متفق ہیں اور اس (سزا) کے قتل ہونے پر بھی تقریباً اتفاق ہے، سوا اس کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سے روایت ہوا ہے۔ لیکن مجملاً سزا پر تمام امت کا اتفاق ہے۔

ثالثاً: علماء سلف میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ سورۃ المائدہ کی آیت محاربہ مرتدین کے ساتھ مختص ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

''اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا۔۔۔'' (المائدہ:۳۳)

''بے شک ان کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، صرف یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے گا یا صلیب پر لٹکائے جائیں۔'' [2]

اور جنہوں نے اس آیت کو مرتدین کے بارے میں قرار دیا ہے ان میں حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں [3]۔

اور ہم نے ابن تیمیہ کا یہ کلام نقل کیا تھا: ''اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے زبان

---

[1] حتیٰ کہ امام نووی نے اپنی اربعین میں نہایت اختصار کے باوجود ان میں سے دو احادیث بیان کی ہیں۔ صرف صحیحین میں اس مفہوم کی دس سے زائد احادیث ہیں۔ (مترجم)

[2] آگے ہے: ''یا ان کے ہاتھ پاؤں جڑ سے کاٹ دے جائیں یا جلا وطن کیے جائیں۔'' لیکن یہاں حدیث کی رو سے اس حصہ کا مرتد سے تعلق نہیں ہے۔ اس کی سزا صرف قتل یا صلیب ہے۔ (مترجم)

[3] دیکھیں ''جامع العلوم والحكم'' ابن رجب حنبلی (ص:320)، مصنف۔

سے لڑائی، ہاتھ سے لڑائی کی نسبت شدید تر ہے"۔

اسی طرح زمین میں فساد پھیلانا ہے🗀 اور اس کی تائید میں یہ بھی ہے کہ ان احادیث میں سے جس میں ایک مسلمان کا خون حلال ہونے کی شرائط بیان کی گئی ہیں، ان میں سے بعض احادیث میں ہے:۔

"ورجل خرج محاربا بالله ورسوله فانه يُقتل أو يصلب أو يُنفىٰ في الأرض"

"اور وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہوئے خروج کرے تو وہ قتل کیا جائے یا صلیب چڑھایا جائے یا جلاوطن کیا جائے۔"

جیسا کہ حضرت عائشہ □ کی حدیث میں: "ارتد بعد الاسلام" یا "التارك لدينه" وغیرہ کی جگہ ہے۔

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس آیت میں داعی مرتدین بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بھی قرآن کریم میں ارشاد ہے:۔

🗀 شاید آگے جا کر مصنف اس پر لکھنا بھول گئے۔ ورنہ بات واضح ہے کہ آپ نے وہ آیات لکھنا تھیں جن میں فساد کو قتل سے زیادہ شدید قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً "وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ" (البقرۃ:۲۱۷) "اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا (گناہ) ہے۔" "وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ" (البقرۃ:۱۷۱) "فتنہ قتل سے زیادہ سخت (بات) ہے۔" اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جنگ یعنی انسانوں کے مجبوراً قتل کو اپنا فضل قرار دیا ہے۔ دیکھیں "وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِيْنَ" (البقرۃ:۲۵۱)۔ یعنی "اگر اللہ کچھ لوگوں سے کچھ دوسروں کو دفع نہ کرتا (یعنی جنگ نہ ہوتی) تو زمین میں فساد ہو جاتا، لیکن اللہ سب جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔" (یعنی فسادیوں کے خلاف جنگ ہمارا فضل ہے۔) اس سے ہر جنگ جائز نہیں ہو جاتی، تاہم مقصد یہ ہے کہ جہاں جنگ ضروری ہو جائے تو وہ اللہ کا فضل بن جاتی ہے کہ اس سے مظلوموں کی دادرسی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کا نفاذ ہوتا ہے، جیسا کہ مسلمانوں کے خلفاء نے زمین کے ایک بڑے حصے پر اللہ کا قانون نافذ کیا تھا، اس کے لئے جنگ ناگزیر تھی۔ (مترجم)

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ" (المائدة:۵۴)

"اے ایمان والو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھرے گا تو جلد ہی اللہ ایک قوم لے آئے گا جن سے وہ محبت کرتا ہے (اور) وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں، مومنین پر نرمی کرتے، کفار پر سختی کرتے ہیں، اس کی راہ میں جہاد کرتے، ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔"

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرتدین کے لئے ایسے لوگوں کا بندوبست کر دیا ہے جو ان کا مقابلہ کریں اور مومنین، مجاہدین میں سے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف بیان کیا ہے۔ جیسے کہ حضرت ابوبکر ♦ اور ان کے ساتھ والے مومنین جنہوں نے اسلام کو فتنہ ارتداد🗀 سے بچا کر نکالا۔ اور اسی طرح منافقین کے بارے میں بہت سی آیتیں ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ وہ اپنے کفر کے سبب قتل ہونے سے بچنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے، اور حلف اٹھاتے تاکہ مومنین کو راضی کر لیں۔ جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ میں:۔

"اِتَّخَذُوْا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً" (المجادلة:۲۶)

"انہوں نے اپنی قسموں کو ایک ڈھال (کی مانند) بنا لیا ہے۔"

"يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ" (التوبة:۹۶)

"تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔"

"يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا، وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ" (البقرة:۷۴)

🗀 عربی: جروب الردة

"اللہ کی قسم کھاتے ہیں ایسا نہیں بولے تھے۔ حالانکہ وہ کلمۂ کفر کہہ چکے ہیں اور اسلام لانے کے بعد کفر کر چکے۔"

سو اپنے کفر سے انکار کرتے ہیں اور اپنی قسموں سے اسے مضبوط کرتے ہیں اور حلف اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے کلمۂ کفر نہیں بولا۔ سو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ان کا کفر واضح دلیل سے ثابت ہو جائے، تو ان کی قسمیں جن کا احترام کیا جاتا تھا (اب فضول ہوں گی) اور ان کا ایمان فاجرہ انہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔ (قتل کئے جائیں گے) [1]

[1] دیکھیں 'الصارم المسلول'، ابن تیمیہ (ص: 7-346)۔

حاکم کا ارتداد

اور ارتداد کی سب سے خطرناک قسم حاکم کا ارتداد ہے، جس پر فرض کیا گیا تھا کہ امت کے عقیدہ کی حفاظت کرے، ارتداد کی مزاحمت کرے، مرتدین کا مقابلہ اور ان کے لئے اسلامی معاشرے میں جگہ تنگ کر دے۔ سو جب وہ خود ارتداد کا قائد ہو، کھلم کھلا یا اعلانیہ یا چھپ کر خفیہ طور پر فسق پھیلائے، مرتدین کی حفاظت وحمایت کرے، ان کے لئے اپنے گھر کے دروازے کھولے، انہیں القابات سے نوازے اور حالت یہ ہو جائے جیسا کہ کہاوت ہے: "حامیها حرامیها"، "اس کا محافظ ہی اس کا چور نکلا"۔ یا جیسا کہ ایک عربی شاعر نے کہا ہے:۔

و راعی الشاة یحمی الذئب عنها

فکیف اذا رعاة لها ذئاب

"بھیڑوں کو چرانے والا انہیں بھیڑیے سے بچاتا ہے۔ کیسا رہے گا کہ اگر خود چرواہے کے پاس بھیڑیے ہوں؟"

ہم ایسے حکمرانوں کو دیکھتے ہیں کہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرتے ہیں، اللہ کے دوستوں کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں، عقیدہ کی اہانت کرتے ہیں، شریعت کی توہین کرتے ہیں، الٰہی ونبوی اوامر ونواہی کی عزت نہیں کرتے، امت کے مقدس مقامات اور نشانیوں کی اہانت کرتے ہیں، خواہ صحابہ رضی اللہ عنہم کبار ہوں، آل بیت رضی اللہ عنہم اطہار ہوں، خلفاء رضی اللہ عنہم اخیار ہوں، ائمہ رحمہم اللہ اعلام ہوں یا ابطال اسلام [1] ہوں [2]۔

یہ لوگ اسلامی فرائض پر عمل کو جرم اور پابندی سمجھتے ہیں مثلاً مردوں کا مسجد میں نماز

[1] بطل: Hero، اس کی جمع ابطال ہے۔

[2] اس کی بہترین مثال پہلی سعودی ریاست (1818-1744) ہے۔ آج تک تاریخ میں ایسے گستاخ خارجی نہیں گزرے۔

﴿بقایا حاشیہ صفحہ آئندہ پر﴾

پڑھنا، عورتوں کا پردہ کرنا [*]۔

اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ عمل بھی کرتے ہیں اور "سوچ کے کنوؤں کو سکھانا" کے

محمد بن عبدالوہاب نجدی تمیمی اور محمد بن سعود نجدی کی قیادت میں انہوں نے ہزاروں مزارات اور لاکھوں انسانوں کو شہید کیا اور ستر سال تک جزیرۂ عرب میں ہنگامہ کھڑا رکھا۔ بی بی خدیجہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ؓ کے مزارات، مسجد عریش، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک، جنت البقیع میں صحابہ ؓ کی قبریں، حضور ﷺ کی پیدائش گاہ جہاں ملکہ خیزراں نے ایک مسجد بنوائی تھی اس فتنہ کے بڑے بڑے شکار ہوئے۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کے گنبدِ خضراء کو گرانے کی سازش کی گئی لیکن معجزاتی طور پر ناکام ہوئی اور برق و قہر الٰہی نے ان کی سازش ناکام کردی۔ آج بھی گنبدِ خضراء کے اوپر ان کی چند گولیوں کے نشان موجود ہیں۔ انہوں نے مکہ، مدینہ اور کربلا میں خون پانی کی طرح بہایا اور بدنامِ زمانہ ہوئے۔ آخر محمد علی پاشا ؒ حاکمِ مصر اور والیِ عثمانی سلطنت نے ان کا خاتمہ کیا اور امت مسلمہ کو اس فتنے سے نجات دلائی۔ یہ کوئی اعتراض نہیں بلکہ ایسی تاریخی حقیقت ہے جس کا اعتراف جدید سعودی حکومت کو بھی ہے، چنانچہ ریاض کی چھپی ہوئی اس تحریک کی تاریخ میں بھی ان تمام کاروائیوں کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح "امین رشید" (۱۹۸-۲۱۸ھ) نامی عباسی حکمران نے کیا، سب علماء کے لئے خلق قرآن کا اعتراف لازمی قرار دیا۔ اور جو اقرار نہ کرتا اسے کبھی قتل کرا دیتا اور کبھی قید کردیتا، حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۱۶۴-۲۴۱ھ) بھی اس کے اور اس کے جانشینوں معتصم (۲۱۸-۲۲۷ھ) اور واثق (۲۲۷-۲۳۲ھ) کے دور میں ۱۵ سال قید رہے، یہ آپ کو کوڑے لگواتا جاتا اور آپ کہتے جاتے:

"قرآن و سنت سے ثبوت لاؤ!" آخر واثق نے اپنے دورِ حکومت کے آخر میں آپ کو آزاد کردیا۔ اسی طرح انہوں نے امام احمد بن نصر ؒ کو بھی شہید کردیا کیونکہ حکمران کے سامنے سچ بول دیا تھا۔

اس کی ایک دوسری مثال اس سے ذرا پہلے ابو جعفر منصور (۱۳۶-۱۵۸ھ) کے دور میں بھی ملتی ہے۔ اس نے نہ صرف امام محمد بن عبداللہ نفسِ زکیہ ؒ کو مدینہ شریف کے اندر شہید کروا کے لاش مبارک کو لٹکا دیا بلکہ امام ابو حنیفہ ؒ کو قید کردیا۔ اور اسی قید میں آپ کا انتقال ہوا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو قید میں ہی زہر دلوا دیا گیا۔ اسی نے امام مالک ؒ جیسے عظیم عالم اور اپنے ہی بیٹوں کے استاد کو کوڑے لگوائے حتیٰ کہ امام صاحب ؒ بیہوش ہوگئے۔ ہمارے پیارے ممتاز قادری شہید ؒ کا بھی یہی حال ہے۔ وہ بھی حکومت کے سامنے سچ بول کر عتاب کا شکار ہوئے۔ مترجم

[*] مثلاً ابھی چند برس پہلے ایک بنگالی وزیر نے حج کو "انسانی قوت کا ضیاع" قرار دیا۔ انڈونیشیا کے ایک والی نے قرآن کریم کی توہین کی، بعض نے اسلامی قوانین کو کالا قانون تک قرار دیا۔ اللہ ان کے شر سے ہمیں محفوظ رکھے۔

فلسفہ پر تعلیم، صحافت اور ثقافت میں عمل کرتے ہیں حتیٰ کہ کوئی عقلِ سلیم والا اور اسلامی سوچ والا پروان نہ چڑھ سکے۔

اور وہ یہیں بس نہیں کر دیتے بلکہ حق کی طرف بلانے والوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور ہر سچی تحریک و دعوت کا دروازہ بند کر دیتے ہیں، تم یہ بھی چاہو گے کہ دین کی تجدید ہو لیکن یہ بھی دنیا میں اس کے قواعد کے مطابق (ابن الوقت) بن کر رہو۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ ایسے بعض گروہ کھلم کھلا ارتداد کے باوجود چاہتے ہیں کہ ان پر "اسلام" کا عنوان باقی رہے، تاکہ اسلام کے گرانے میں اس سے فائدہ اٹھائیں اور امت کے ساتھ اپنے تعلقات ایسے رکھیں جیسے مسلمان ہوں، اور اس کی بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑتے رہیں۔ اور ان میں سے کچھ چاہتے ہیں کہ تم کو "دین" سے ہی پاک کردیں، ساتھ ہی جھوٹی دین داری کی حوصلہ افزائی کریں اور ساتھ ہی آدمیوں میں سے ان کو اپنے قریب کریں جن کے لئے بخور جلاتے ہیں (یعنی "بڑے لوگ")، جنہیں عوام نام دیتے ہیں: "حکومتی علماء اور شرطہ کے اہل کار" [*]

اس صورتحال میں ایک سوال اٹھتا ہے، آخر ان پر حد کون لگائے؟ جواب یہ ہے کہ وہ حد لگائے جو سب سے پہلے ان کے کفر کا فتویٰ دے جبکہ وہ "کھلم کھلا کافر ہو"، جیسا کہ حدیث نے اسے قرار دیا ہے [**] اور وہ کون ہوگا جو ان کے لئے ارتداد کا فتویٰ دے گا

---

[*] یعنی اپنے نام نہاد علماء اور شرطہ و فوج کو نوازتے ہیں تاکہ ظلم کے خلاف خاموش رہیں۔ مترجم

[**] صحیحین میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ ہے: "رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیعت لی۔ اور یہ کہ ہم حکومت کے معاملے میں اس کے اہل سے تنازعہ کھڑا نہ کریں گے"۔ فرمایا: "سوا اس صورت کے تم کھلم کھلا کفر دیکھو جس کے لئے اللہ کی طرف سے تمہارے پاس دلیل ہے"۔ (مصنف)

یعنی اس صورت میں خروج واجب ہے۔ مثلاً اسرائیلی حکمرانوں کے خلاف کیونکہ وہ دن رات مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ نیز تاجدارِ مدینہ، انبیاء کے سردار آقا ﷺ نے فرمایا: "ان من أعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر"

﴿بقایا حاشیہ صفحہ آئندہ پر﴾

حالانکہ تمام سرکاری اِفتاء اور عدلیہ ان کے ہاتھ میں ہے؟

یہاں (ایک طرف) صرف (نام نہاد) "رائے عامہ"◻ ہوتی ہے، جس کی قیادت "أحرار علماء"، داعین اور اہل کفر کرتے ہیں اور عالم اسلام کا ضمیر (دوسری طرف)۔ سو جب اس کے سامنے تمام دروازے بند ہو جائیں اور سب اسباب اس کے سوا ختم ہو جائیں، تو اس (غیرت مند) کو چاہیے کہ انتظار کیے بغیر آتش فشاں بن کر ان مرتدین کے چہروں پر پھٹ پڑے (سچ بے دھڑک بول دے اور فتوی لگا دے) کیونکہ یہ آسان نہیں کہ اسلامی معاشرہ اپنی شناخت میں تفریق کرے یا اپنے عقیدہ و تبلیغ سے مستغنی ہو جائے، جو کہ اس کے وجود کا جواز اور اس کے بقاء کا راز ہے۔■

اس ترکیب کو مغربی یعنی فرانسیسی استعمار نے الجزائر میں استعمال کیا، اور مشرقی یعنی روسی استعمار نے ایشیا کی اسلامی "جمہوری" ریاستوں میں استعمال کیا۔ اور اس تجربہ کی تلخی اور طوالت کے باوجود دونوں جگہوں پر وہ اسلامی شناخت کو جڑ سے اکھاڑنے میں ناکام رہے، اور اسلامی شخصیت کو ختم نہ کر سکے۔ آخر استعمار اور ظلم چلا گیا اور اسلام اور مسلم عوام باقی رہے۔ (سبحان اللہ!)

مگر ان کی آزادی کے بعد بعض "مقامی"، لادینی اور متغرب (مغرب پرست) حکام نے، جو بعض صفوں سے ظاہر ہوئے، جو جنگ اسلام اور اس کے داعیوں کے خلاف شروع کی، وہ استعماری جنگوں کے مقابلے عداوت میں شدید تر اور نقصان میں زیادہ ہے۔

(الترمذي: ۲۳۲۹: باب ما جاء فی أفضل الجهاد كلمة عدل عند ــــ ـ كتاب الفتن، ابن ماجة: ۴۱۴۷، أبو داود: ۴۳۴۶ وغیرہ۔ "ظالم سلطان (حاکم) کے سامنے حق کا کلمہ کہنا بہت بڑا جہاد ہے۔" (مترجم)

◻ دراصل صحافتی ذرائع رائے عامہ کی نمائندگی نہیں کرتے بلکہ "رائے عامہ" بناتے ہیں۔ (مترجم)

■ مثلاً افغانستان کے طالبان حکمرانوں کی مثال گزر چکی ہے۔ (مترجم)

چھپا ہوا ارتداد

یہاں ہمیں ارتداد کی ایک اور قسم کی تنبیہ سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں البتہ اعلانیہ ارتداد والا ہنگامہ اور "شان و شوکت" نہیں ہوتا تاہم وہ کھلم کھلا کفر سے زیادہ جلانے والی ثابت ہوتی ہے۔ اس میں کفر پر پردے پر پردے ڈال دیے جاتے ہیں اور دماغوں پر اس طرح قابو پایا جاتا ہے جس طرح امراض جسم پر حملہ کرتے ہیں۔ جنہیں جراثیم نظر نہیں آئیں گے کہ کب حملہ کیا، لیکن جب مرض ظاہر ہو جائے گا اور اس کے مقصد کا پتہ چل جائے گا، تب بھی اس کو گولی سے قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ آہستہ آہستہ زہر◻ دیا جائے گا جسے شہد اور حلوہ میں ملا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اس فن کو علم کے ماہرین اور دین میں بصیرت رکھنے والے ہی جانتے ہیں، تاہم وہ (کھلم کھلا) منحرف مجرمین کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے۔ انہیں طاقتور نہ ہونے دیا جائے۔ (تاہم چھپے ہوئے منافق) وہ تو قانون کو یہ موقع ہی فراہم نہیں کرتے کہ ان کی گردن پکڑی جائے۔ یہی لوگ منافق ہیں جو آگ کے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔

یہ فکری ارتداد جس کے آثار ہم پر روز بہ روز عیاں ہو رہے ہیں، ان اخباروں میں جو چھپتے ہیں، ان کتابوں میں جو تالیف کی جاتی ہیں، ان جلدوں میں جو بیچی جاتی ہیں، ان افسانوں میں جو مشہور ہوتے ہیں، ان برناموں■ میں جو دکھائے جاتے ہیں، ان رسوم و رواج میں جو رواج پاتے ہیں اور ان قوانین میں جو نافذ ہوتے ہیں۔ یہ چھپا ہوا ارتداد۔۔۔ میری رائے میں۔۔۔ کھلے ارتداد سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ یہ مسلسل اور وسیع پیمانے پر مصروف عمل ہے۔ اس کی مزاحمت صریح ارتداد کی طرح نہیں کی جاتی جو ہنگامہ کھڑا کرتا ہے، نگاہوں کو متوجہ کرتا ہے اور جمہور (عوام) کو

◻ یعنی "دواء"

■ فارسی: برنامہ، Programs

ردعمل کی دعوت دیتا ہے۔

نفاق، کفر صریح سے زیادہ خطرناک ہے۔ عبداللہ بن ابی اور منافقین مدینہ میں اس کے پیروکار، اسلام کے لئے ابوجہل اور اہلِ مکہ میں اس کے پیروکار مشرکینِ مکہ سے زیادہ خطرناک ہے۔

اسی لئے قرآن سورۃ البقرۃ کے اوائل میں ہی "الذین کفروا" (جنہوں نے کفر کیا)(البقرۃ ۶:۲) کی، یعنی جو کھلے کافر ہیں، محض دو آیات میں مذمت کرتا ہے۔ اور منافقین کا ذکر (اگلی) ۱۳، آیات میں ہے۔

یہ ارتداد جو ہر وقت ہمارے ساتھ ہوتا ہے[1] چپکا رہتا ہے اور ہمارے ساتھ ساتھ گھومتا پھرتا ہے اور کبھی کبھی چھوڑ دیتا ہے اور اس کی مزاحمت کرنے والا کوئی نہیں، یہ ویسا ہی ہے جیسے شیخ الاسلام ندوی نے کہا: "ارتداد ہے اور اس کے لئے ابوبکر کوئی نہیں!!"

یہاں جس فریضہ کی تاکید کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان سے ان کے ہتھیاروں کے مطابق جنگ کی جائے، فکر کا مقابلہ فکر سے ہو، حتیٰ کہ ان کا پول کھل جائے اور نقاب

[1] اصل لفظ: "تصابحنا" لکھا ہے جو یقیناً کتابت کی غلطی ہے۔ میں نے "تصاحبنا" کا ترجمہ کیا ہے۔ (مترجم)

تاہم رجعت پسندی ہمت ہے۔ اور صرف مایوسی کی طرف لے جاتی ہے۔ ہاں کوشش کرنے والے کو ثواب ملے گا، خواہ حضرت حسین ◆ کی طرح شہید ہو جائے۔ البتہ خیال رہے، یہ بات بڑے پیمانے کی حد تک تو ٹھیک ہے، مگر ایک آدمی یا گھر کی سطح تک پوری پوری کوشش کرنا ہر آدمی پر لازم ہے۔ اسے اللہ سے جزاء کی امید رکھنی چاہئے۔ تاہم بڑے بڑے پُل نہیں باندھنے چاہئیں، مثلاً "جلد ہی اسلام یورپ کا غالب مذہب بن جائے گا"، "ہمارے ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ہونے والا ہے"، "یہ حکمران انقلابی ثابت ہوگا" وغیرہ۔ کیونکہ قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اب حالات بگڑتے جائیں گے حتیٰ کہ حضرت مہدی آ کر حالات کی اصلاح کریں گے۔ (مترجم)

اتر جائے اور اہلِ حق کی دلیلوں سے، مباحثوں سے ان کے شبہات ختم ہو جائیں۔[2] اصل یہ ہے کہ نشر و تشہیر کے ذرائع، خواہ کتابی ہو یا سماعی ہوں یا مرئی، اس سے وہ (منافقین) لیس ہیں، لیکن حق کی قوت ہمارے ساتھ ہے اور ایمان کا ذخیرہ ہمارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید ہمارے لئے ہے، یہ سب اس کو کافی ہے کہ ان کا باطل ان کے سروں پر الٹا دیا جائے:۔

"بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ" (الأنبیاء:۱۸)

"بلکہ ہم حق سے باطل پر حملہ کریں گے تو اسے شکست دے دے گا اور وہ مٹنے لگے گا۔"

"فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً، وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ" (الرعد:۱۷)

"سو جو جھاگ ہے وہ اڑ جائے گا۔ اور جو لوگوں کے لئے مفید ہے زمین میں رہ

[2] اسی کو منافقت کہتے ہیں۔ جمہوریت منافقت اور اشتراک کفر کا نام ہے۔ اور قرآن نے ہمیشہ منافقین کو کفار سے بدتر قرار دیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ 1400 پرانی اسلامی خلافت کو "جمہوری نظام" کہنا بدترین خیانت اور بے ایمانی علامت ہے۔ جمہوریت کے مطابق تو حضرت ابوبکر ◆ کو صحابہ کی ماننی چاہیے تھی لیکن انہوں نے اپنی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کو رائج کیا اور اللہ نے انہیں کامیاب کیا۔ (یعنی ارتداد کے مسئلے میں، جب صحابہ کرام کی اکثریت نے آپ ◆ کے برعکس مشورہ دیا۔ لیکن آپ ◆ نہایت کامل استقلال کے ساتھ فرمایا "خدا کی قسم! اگر یہ لوگ ایک بکری کا بچہ یا جلی ہوئی رسی کا ٹکڑا بھی پہلے دیا کرتے تھے اور اب زکوٰۃ (عربی میں اسے زکاۃ لکھتے ہیں) میں نہیں دیں گے تو میں ان سے لڑوں گا۔")

خود قائداعظم رحمہ اللہ فرما گئے تھے کہ مغربی جمہوریت بہت ظالمانہ نظام ہے۔ اس میں ہمیں صرف ایک اقلیت کے طور پر دیکھا گیا (اور ہمارا وزن نہ ہوا)۔ قائداعظم رحمہ اللہ خلافت کے داعی تھے۔ اللہ ان کی خواہش اور محنت کے بدلے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین (مترجم)

جائے گا۔

صدق اللّٰہ العظیم

(اللہ عظمت والے نے سچ فرمایا)

خاتمہ از مترجم:

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله نبيه خير خلقه أفضل البشر المجتبى المرتضى المصطفى صاحب المقام المحمود والشفاعة الكبرى من بيده لواء الحمد، من صلى عليه الشجر والحجر وربه تعالى، حبيب الرحمن الرء وف الرحيم القاسم الشافع المشفع الذي أسأل الله تعالى أن يرزقنا واياكم بشفاعته في اليوم الذي يفر المرء من أخيه وأمه وأبيه وصاحبته وبنيه لكل امرء منهم يومئذ شأن يغنيه، وعلى آله الأطهار وأصحابه الأخيار الركاع السجاد الرحماء بينهم الغلظاء على الكفار الأذلة على المؤمنين الأعزة على الكافرين، الذين ما تنخم رسول الله صلى الله عليه وسلم نخامة الا وقعت في كف رجل منهم فدلك فها وجهه وجلده واذا أمرهم ابتدروا أمره واذا توضأ كادوا يقتتلون على وضوئه واذا تكلم خفضوا أصواتهم عنده وما يحدون اليه النظر تعظيما له، وعلى أتباعه الى يوم الدين أجمعين!

تعارفِ

مصنف علامہ یوسف قرضاوی مصری حفظہ اللہ تعالیٰ

آپ عربی دنیا کے معروف ترین علماء میں سے ایک ہیں۔ بلکہ اگر کسی عربی کو صرف دس علماء گنوانے کو کہا جائے تو انہیں نہیں چونک سکتا۔ ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہونیوالے یہ بزرگ بچپن سے ہی نہایت ذہین ہیں۔ دس سال کی عمر سے پہلے ہی قرآن حفظ کرلیا۔ پھر جامعۂ ازہر میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے Ph.D کی۔ آپ کو دراصل اپنی کتاب فقہ الزکاۃ کی وجہ سے چار چاند لگے اور علماء نے یہ تک فرمایا ہے کہ علاّمہ جلال الدین سیوطی کے بعد زکوٰۃ کے مسائل کا ایسا ماہر آج تک پیدا نہیں ہوا۔ زکوٰۃ ہی کے فوائد کے سلسلے میں آپ کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ ''اسلام میں غربت کا علاج'' کے نام سے چھپ چکا ہے جس میں آپ نے مغربی اقتصادی نظام کے مقابلے میں اسلامی نظام کی فوقیت خوب خوب واضح فرمائی۔ یہ کتاب بھی اہلِ مغرب کے ایک دعویٰ کے بطلان میں ہے کہ مرتد کی اسلامی سزا ظلم ہے۔ اور بعض مسلمان بھی ان کی دیکھا دیکھی اس سزا کا انکار کردیتے ہیں۔ ان کے شبہات کے جواب کے سلسلے میں یہ کتاب ان شاء اللہ کارآمد ثابت ہوگی۔ اللہ سب مسلمانوں کو حق پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔